باب ہشتم

روح الامین علیہ السلام کی پیہم آمد

نبوت کا دوسرا اور تیسرا برس، کم تاریخی روایات مگر کثرتِ بارانِ نزولِ قرآن مجید

باب ہشتم

روح الامین کی پیہم آمد

نبوت کا دوسرا اور تیسرا برس، کم تاریخی روایات مگر کثرتِ بارانِ نزولِ قرآن مجید

اُمّ القریٰ (وادی بطحا) میں کاروانِ نبوت دوسرے برس میں اس طرح داخل ہوا کہ اس میں اِکیاون (۵۱) افراد شامل ہیں، اور کم و بیش دو درجن خاندان اسلام سے روشناس ہیں۔ یہ سارے ہی سارے لوگ اپنی قسمت اور توفیقِ اِلٰہی سے ہدایت مل جانے پر نازاں اور فرحاں ہیں، روح الامین پیہم قرآن لے کر نازل ہوتے رہے اب تک ۱۲ سورتیں نازل ہو چکی ہیں جن میں سے دو (العلق اور المدثر) کی تکمیل باقی ہے، جب کہ بقایہ دس مکمل ہیں۔ سورتوں کے چھوٹے چھوٹے اثر انگیز بول دل میں اتر جانے والے اور اہلِ ایمان کو آخرت کی زندگی پر مر مٹنے اور دنیا سے بے گانہ کرنے اور ہر معروف (نیکی) کو اختیار کرنے اور ہر منکر اور جانی پہچانی برائی سے بچنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ یہ سارے مؤمنین، منافقت کے ہر عیب سے پاک اور شجاعت، جاں نثاری، مقصد کی لگن اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت سے سرشار ہیں، یہ زمین کا نمک اور پہاڑی کا چراغ ہیں۔ آیندہ سطور میں اگلے دو برسوں یعنی نبوت کے دوسرے اور تیسرے سالوں میں نازل ہونے والے قرآن کا ایک مختصر تعارف ہے۔ اِن اجزا (سورتوں) کا انتخاب اور تعین ان سورتوں کی درجِ ذیل خصوصیات کی بنا پر کیا گیا ہے:

- یہ سورتیں مفسرین کے نزدیک متفقہ طور پر مکی ہیں اور
- اِن سورتوں کے مضامین کی بھی یہی شہادت ہے۔
- صاحبِ تفہیم القرآن نے اِن کے زمانہ نزول کو ابتدائی دَور قرار دیا ہے [دیباچہ سُوْرَۃُ الْاَنْعَام]
- اِن سورتوں میں نہ تو خطاب عام کی کیفیت ہے اور نہ ہی مخاطبین کے اعتراضات کے جواب ہیں۔
- اِن سورتوں میں کوئی ایسی داخلی شہادت نہیں ہے جس سے اندازہ ہو کہ کسی قسم کی کش مکش کا آغاز ہو گیا ہے۔ دوسرے برس میں سورتوں کی لمبائی کم ہے اور تیسرے برس میں نسبتاً زیادہ ہے، اِس بات نے کارواں میں شامل ہونے والے لوگوں کو قرآن کو نازل ہونے کے ساتھ ساتھ یاد کرنے اور اُس پر عمل پیرا ہونے میں آسانی مہیا کی ہے۔

نبوت کے دوسرے سال میں نازل ہونے والا قرآن

ذرا رُک کر غور فرمایئے کہ اب تک کتنا قرآن مجید نازل ہو چکا ہے؟ پچھلے، یعنی پہلے سال کے اختتام تک یہ اجزا نازل ہوئے ہیں: سُوْرَةُ الْعَلَق [ابتدائی پانچ آیات]، سُوْرَةُ الْمُدَّثِّر [ابتدائی سات آیات]، سُوْرَةُ الضُّحٰى، سُوْرَةُ الْاِنْشِرَاح، سُوْرَةُ الْفَاتِحَة، سُوْرَةُ الْاَعْلٰى، سُوْرَةُ الْعَصْر، سُوْرَةُ الْعٰدِيٰت، سُوْرَةُ التَّكَاثُر، سُوْرَةُ الْفِيْل، سُوْرَةُ قُرَيْش اور سُوْرَةُ الْقَدْر۔ اِن میں سے صرف ایک سُوْرَةُ التَّكَاثُر ایک ایسی سورۃ ہے جس میں کسی انسانی کمزوری کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اس سورہ میں بہت واضح انداز میں زر و مال کی زیادہ سے زیادہ طلب کو نشانہ بنایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ کی ہوس ناپسندیدہ ہے اور دنیا کی نعمتیں دراصل امتحان ہیں، ایک ایک کا حساب دینا ہوگا۔

آنے والے صفحات میں دوسرے برس میں نازل ہونے والی پانچ سورتوں: سُوْرَةُ التِّيْن، سُوْرَةُ الْهُمَزَة، سُوْرَةُ الْقَارِعَة، سُوْرَةُ الزِّلْزَال، سُوْرَةُ الْقِيٰمَة کا مختصر تذکرہ اور ضروری تفہیم ہے۔ سورتوں کے عنوانات میں شروع میں اُن کی نزولی ترتیب کا نمبر ہے پھر سورۃ کا نام، قوسین میں اُن کی ترتیب تلاوت اور وقفے کے بعد پارے کا نمبر اور پارے کا نام ہے۔

۱۳: سُوْرَةُ التِّيْن [۹۵—۳۰:عَمَّ]

یہ دعوت کا دوسرا سال ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دیگر ایمان لا چکنے والے اصحاب مرد اور عورتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو مختلف قبائل کے ذہین اور سلیم الطبع نوجوانوں تک پہنچا رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ افراد جمع ہوتے ہیں، آپ تلاوتِ آیات اور تزکیے پر مامور ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ طرح طرح سے آخرت کے وجوب پر، جو دعوت کا اُس وقت بنیادی موضوع تھا، اذہان کو مطمئن کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے مختصر مگر دل میں گھر کر جانے والے دل نشین اجزا القا فرما رہے ہیں۔ انھی اجزا میں سے ایک سُوْرَةُ التِّيْن بھی ہے۔ اس سورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ: اے اہلِ مکہ خود اپنے شہرِ ابراہیمؑ اور قریب کی انبیاء کی سرزمینوں کو دیکھو جہاں حق و باطل کے اہم معرکے برپا ہوئے۔

حق و باطل کے ان معرکوں میں اہلِ باطل نے اپنے آپ کو اپنے رویے سے دنیا کی ذلیل ترین مخلوق ثابت کیا، اور اہلِ حق نے ایمان اور حق پر جماؤ دکھایا۔ اب خود سوچو کیا اس معرکۂ حق و باطل

کے بعد دونوں گروہوں کا انجام ایک جیسا ہو جائے، عقل مطالبہ کرتی ہے کہ جس خالق و مالک نے سب کو پیدا کیا وہ مرے پیچھے ان سب کو دوبارہ زندہ کرے اور ایک روز آئے جب نیکوں کو نیکی کی جزا ملے اور جنھوں نے حق کی مخالفت اور شرم ناک طرزِ عمل سے اپنے آپ کو اللہ کی بدترین، جانوروں سے بھی گئی گزری مخلوق ثابت کیا ہو، اُن کو سزا ملے۔ حاکم کی شان یہی ہے کہ مجرموں کو سزا دے اور اپنے وفاداروں کو خلعت و انعام سے نوازے۔ تو سنو! حاکموں کا حاکم ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والوں کو اجر دے کر رہے گا، یہی اُس کی شان کو زیبا ہے!

تھوڑی دیر کے لیے چشمِ تصور سے نبوت کے اُس دوسرے سال میں چلے جائیے، اللہ کے نبی ﷺ پر جبریل امین یہ سورہ لے کر آئے ہیں اور آپ اپنے اصحاب □ اجمعین کو یہ سُنا رہے ہیں، سنیے، سنبھل کر کہیں دل شق نہ ہو جائے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ التِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِۙ۝۱ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَۙ۝۲ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِۙ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۝۴
ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَۙ۝۵ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍؕ۝۶ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ
بِالدِّيْنِؕ۝۷ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ۝۸

مفہوم آیات

گواہ ہیں [وہ شہر اور مقامات جہاں حق و باطل کی سخت کشمکش برپا ہوئی]

انجیر اور زیتون والے ممالک

[ابراہیمؑ سے عیسیٰؑ تک آنے والے بے شمار انبیا کے مقاماتِ ظہور. والے مقامات جو انجیر اور زیتون کی پیداوار سے مالا مال تھے یعنی شام سے فلسطین تک]

اور طورِ سینا [موسیٰؑ کی جدوجہد کا علاقہ جزیرہ نما سینا]

اور تمھارا یہ آمن والا [ابراہیمؑ کا آباد کردہ] شہرِ مکّہ

[جہاں یہ اللہ کا نبی محمد ﷺ تمھارے درمیان حق کا آوازہ بلند کیے ہوئے ہے]

[یہ سارے مقامات اس پر گواہ ہیں کہ]

ہم نے انسان کو بہترین مخلوق بنایا یعنی عمدہ ترین ساخت/ڈیزائن کے مطابق اِن مقامات پر پیدا کیا،
مگر [حق و باطل کی کشمکش کے دوران اہلِ حق کی مخالفت کے سبب] اُسے اُلٹا پھیر کر ہم نے
[سب ہی مخلوقات/جانوروں سے] گیا گزرا شمار کر لیا،
سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان پر قائم رہے [نبیوں/اہلِ حق کا ساتھ دیا]
اور انھوں نے نیک عمل کیے
کہ ایسے لوگوں کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والے انعامات ہیں
[کہ خالق و حاکم کی جانب سے یہی عدل کا تقاضا ہے کہ حق کا ساتھ دینے والے سرخ رو ہوں]۔
پس اے نبی ﷺ اِس حقیقت کے ادراک کے بعد
کون روزِ جزا و سزا پر ایمان کی تمھاری دعوت کو جھٹلا سکتا ہے؟
اِن سے پوچھو، کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے [کہ عدل و انصاف کرے]۔

تین اور زیتون سے کیا مراد ہے؟ اس معاملے میں مفسرین نے مختلف آرا کا اظہار کیا ہے۔ لیکن اوّلین مفہوم متعین کرتے وقت وہی معانی قابلِ قبول ہوں گے جو نبی ﷺ کے سامعین کو ڈیڑھ ہزار برس قبل سمجھ میں آئے ہوں گے۔ تین یعنی انجیر اور زیتون سے مراد یہی پھل ہو سکتے تھے یا اُس وقت کے عرب کے باشندے اُن شہروں کو مراد لیتے تھے جہاں یہ پیدا ہوتے تھے جیسے پٹ سن کی سرزمین سے مراد بنگلہ دیش یا کینو کی سرزمین سے مراد پنجاب لیا جائے۔ یوں تین اور زیتون سے شام سے فلسطین تک کا وہ سارا علاقہ مراد ہے جہاں انبیا کی اکثریت جن کو ہم جانتے ہیں مبعوث ہوئی۔ طورِ سینا سے مراد جزیرہ نما سینا۔

تین اور زیتون کے عام فہم معانی کیا ہیں [۸۱]؟ آج بھی اور ڈیڑھ ہزار برس قبل دورِ نبوت میں بھی

---

۸۱ مولانا فراہیؒ اور اُن کے شاگرد صاحب تدبرِ قرآن نے تین [انجیر] اور زیتون کو دو پہاڑوں کا نام ثابت کیا ہے۔ اُن کی شانِ استدلال کو دیکھنے کے لیے علما اُن کی تفاسیر کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ مگر چاروں چیزیں پھر بھی ایک نوع کی نہیں بن پاتی ہیں، طورِ سینا کو ملا کر تین چیزیں پہاڑ بن جاتی ہیں اور مکہ تو ایک مقام یا شہر ہی رہتا ہے۔ تاہم اس کے بر خلاف ان چاروں چیزوں سے، پہلی دو یعنی انجیر اور زیتون پیدا کرنے والی انبیا کی جگہیں، تیسری چیز موسیٰؑ کا سینا کا علاقہ اور محمد ﷺ کی بعثت کا علاقہ مکہ جیسا کہ ہے تسلیم کر لیا جائے! تو اس طرح یہ چاروں مقامات بن جاتے ہیں اور

کیا تھے اور ہیں؟ تین [انجیر] اور زیتون دو پھل جانے جاتے ہیں۔ آگے چلیں، طور پہاڑ کو کہتے ہیں، طورِ سینا ایک پہاڑ ہے بھی۔ اور مکہ ایک شہر کا نام ہے اُس وقت وہ ایک مملکت تھا، جس طرح شملہ پہاڑی سلسلہ بھی ہے اور ایک شہر بھی۔ گویا جن چیزوں کو گواہ بنایا جا رہا ہے وہ دو پھل، ایک پہاڑ اور ایک مملکت ہے۔ مفسرین نے ان کو اسی طرح مان کر اِن تینوں انواع سے قیامت کے وجوب پر استدلال کیا ہے اور خوب خوب کیا ہے، مگر اِن کو مقامات مان کر تفہیم عام فہم ہو جاتی ہے اور اغلباً یہی معنی اور مفہوم نبی ﷺ کے سامنے موجود اوّلین سامعین نے اخذ کیا ہو گا۔

الغرض دنیا کے کونوں میں کشمکشِ حق و باطل کے دوران ایک گروہ کا ایمان لانا اور نیک سیرت و پاک باز ہونا اور اُن کے مقابل اہلِ باطل کا دعوت کو رد کرنا اور اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ بن جانا اس کائنات کے خالق و حاکم سے اس عدل کا طالب ہے کہ ایک روزِ جزا واقع ہو، اس کشمکش کو اور انسانی رویوں میں اس تفاوت کو دیکھنے والی کوئی آنکھ کیسے یومِ جزا و سزا کو جھٹلا سکتی ہے!!

۱۴: سُوۡرَۃُ الۡھُمَزَۃ [۱۰۴—۳۰:عَمَّ]

اب دیکھیے کہ اللہ کے حکم سے روح الامین سُوۡرَۃُ الۡھُمَزَۃ لے کر آئے ہیں۔ نزول وحی کے آغاز سے اب تک پچھلے سال سُوۡرَۃُ التَّکَاثُر کے بعد اب یہ دوسری سورہ ہے جس میں کسی انسانی کمزوری کا ذکر ہے۔ نبی ﷺ کی بعثت کے فوراً بعد اب تک جنت دوزخ کسی چیز کا ذکر نہیں کیا گیا۔ خالق کا تعارف ضرور ہے مگر شرک کی ابھی تک کھلے لفظوں میں تردید نہیں کی گئی ہے، کعبے میں براجمان ۳۶۰ بتوں کو نہ توڑنے کا حکم آیا ہے نہ ہی اُن میں سے کسی کا نام لے کر برا بھلا کہا ہے[۸۲]۔ اعمال میں بھی دیکھیے، روزے، حج زکوٰۃ، قتال فی سبیل اللہ و جہاد فی سبیل اللہ کسی چیز کا ذکر نہیں ہے۔ ان سب کو چھوڑ کر مال کی محبت کی بیماری کی مذمت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیوں بیان کیا؟ دراصل حسد و ہوس،

ان میں قدرے مشترک یہ ہے کہ یہاں حق و باطل کی کشمکش برپا ہوئی ہے۔ حق کو قبول کرنے والے نیکوں کے نیک بن گئے اور دعوت کو رد کرنے والے نمرود، فرعون، ہامان اور ابو جہل بن گئے اور مخالفت حق میں اور اپنی بد اعمالیوں اور ہوس ناکیوں میں جانوروں سے بھی بد تر مخلوق قرار پائے۔ یوں سورۃ کے مضامین کی بالکل عکاسی ہوتی ہے۔

۸۲ جیسا کہ بعد میں پانچویں سال سُوۡرَۃُ النَّجۡم میں لات مناۃ اور عزّیٰ ایک ایک کی نام بنام بے بسی اور بے وقعتی کا اعلان کر کے اُن کی بے توقیری کی گئی ہے۔

زیادہ سے زیادہ کی طلب اور مال کو سینت سینت کر اور جوڑ جوڑ کر رکھنا وہ بری بیماری ہے کہ اس کے بیماروں کے ساتھ کوئی انقلابی تحریک دنیا میں نہ کبھی پہلے برپا ہوئی اور نہ کبھی ہو گی۔

اس سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃ میں سُوْرَۃُ التَّکَاثُر کی مانند سرمایہ پرستی کی ایک دوسری انسانی کم زوری کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں یہ بات بڑی قابلِ غور ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس انسانی کم زوری کو سب سے پہلے نبی ﷺ کے ساتھیوں سے پاک ہونے کا اشارہ دیا وہ کوئی اور نہیں بلکہ سرمایہ داری کی بیماری ہے۔ شرک کی شناعت سے پہلے، قتل و زنا اور طاغوت کی مذمت سے پہلے اور جنت اور دوزخ کے ذکر سے سے پہلے تکاثر [زیادہ سے زیادہ کی طلب] کی بیماری اور پھر مال جمع کرنے اور سینت سینت کر رکھنے کی مذمت ہے، اگرچہ شرک ظلمِ عظیم ہے مگر اس حقیقت کو وہ ہی پا سکتے ہیں جن کے دلوں سے سرمائے کی اور مال کی محبت نکل چکی ہو، یہ تربیت اور تزکیے کی حکمت عملی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اختیار کی، انسانی تزکیے اور تربیت کی اس سے بہتر حکمتِ عملی ممکن نہیں۔ مال کی محبت کو دل سے مٹانا، دل میں شرک و بدعات کی شناعت بٹھانے کی مانند ضروری اور اہم ہے، اس لیے اہم ہے کہ اللہ، جبریلِ امین اور اللہ کے رسول ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ سرمائے کو نہیں، سرمائے کی محبت کو دل سے مٹانا، ہر ازم کی محبت دل سے نکالنے سے زیادہ فوقیت رکھتا ہے۔ لبرل ازم، سیکولر ازم اور سوشلزم انسان کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا نقصان سرمایہ داری یا کیپیٹل ازم پہنچاتا ہے۔

سرمایہ داری ایک ذہنیت کا نام ہے، اللہ تعالیٰ اگر کسی کو سرمایہ عطا کرتا ہے تو وہ آدمی سرمایہ دار نہیں بن جاتا، سرمایہ داری ایک ذہنیت اور روّیے کا، ایک اخلاقی بیماری کا نام ہے جس میں ایک غریب اور بے مایہ آدمی بھی مبتلا ہو کر اصطلاحی لحاظ سے سرمایہ داری کی بیماری میں ملوّث بیمار[۴۳] کہلا سکتا ہے۔ اللہ رب العالمین نے جو سارے انسانوں کا خالق ہے اور کسی سے بھی زیادہ اُن کی نفسیات اور کمزوریوں سے واقف ہے، اُس نے اپنے آخری نبی کی جماعت جب ایک ایک اینٹ بن کر دیوار کی شکل لے رہی

---

۴۳ اس بیماری میں مبتلا شخص ہر لمحے اور ہر آن زیادہ سے زیادہ کی ہوس میں رہتا ہے، وہ یومِ آخرت سے بے نیاز ہوتا ہے جہاں اُسے اپنی ایک ایک نعمت کا ایک ایک پائی کا حساب دینا ہے کہ کس ذریعے سے حاصل کی اور کہاں خرچ کی۔ سرمائے کی ہوس اور اُس کی طلب میں سر گرانی اُس کی زندگی کا شعار ہوتی ہے۔ وہ اپنی جائز اور ناجائز جمع شدہ دولت کو گنتا [اُس ہی کے فراق میں] رہتا ہے اور اُسے ہمیشہ ضرورت اور خواہش سے کم پاتا ہے۔ کم یا زیادہ مال جو کچھ بھی اُس کو مُیسر ہو اُس کو تکبر میں مبتلا کر دیتا ہے، دوسروں سے حسد اور دوسروں کو ذلیل کرنا اُس کا مشغلہ بن جاتا ہے۔

تھی، یہ چاہا کہ اس بیماری سے اس جماعت کا ہر فرد بشر واقف ہو اور یہ بیماری پھٹک کر نہ آئے کہ عیسیٰؑ کی زبان میں جنت میں سرمایہ دار کا داخلہ سوئی کے ناکے سے اونٹ کے گزرنے سے زیادہ مشکل ہے! یہ ذہنیت اور اسلام کی علم برداری......... ایں خیال است و محال است و جنوں!

ایک اور ضروری بات جس پر غور [تفکر و تدبر] ضروری ہے وہ یہ ہے کہ آغازِ نزول سے اب تک نبی ﷺ پر یہ پہلی سورۃ ہے جس میں جہنم کا [حُطَمَۃ] کا ذکر ہے، یاد رہے کہ ابھی تک جنت کا کہیں ذکر نہیں آیا ہے۔ اب اختتامِ سالِ سوم تک ترتیب سے بارش کے مسلسل قطروں کی طرح ایک کے بعد ایک نو سورتیں سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃ، سُوْرَۃُ الزِّلْزَال، سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃ، سُوْرَۃُ الدَّھْر، سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰت، سُوْرَۃُ النَّبَا، سُوْرَۃُ النّٰزِعٰت، سُوْرَۃُ التَّکْوِیْر، سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَار میں قیامت، آخرت اور جہنم کا تذکرہ ہوگا۔

دعوت چوں کہ بغیر کسی مہمانہ انداز کے جاری ہے ابھی کوئی کشمکش بھی شروع نہیں ہوئی ہے کہ مخالفین کی سیرت و کردار پر تبصرہ کی ضرورت ہو لیکن انبیا کی دعوت میں یہ بات مضمر ہوتی ہے کہ توحید، آخرت و رسالت کو تسلیم کرنے کے فوراً بعد انسان اعمالِ صالحہ کا خوگر بنے اور اس کے مقابل معاشرے کی اکثریت جو شیطان کی بندگی میں مبتلا ہے اُس کے چلن اور سم و رواج سے ہٹ کر اپنا راستا جدا کرلے۔ سنیئے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ ۙ ﴿۱﴾ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ ﴿۲﴾ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗٓ اَخْلَدَہٗ ﴿۳﴾ کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ ﴿۴﴾ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْحُطَمَۃُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَۃِ ﴿۷﴾ اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّؤْصَدَۃٌ ﴿۸﴾ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ﴿۹﴾

مفہوم آیات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تباہی ہے ہر سرمایہ پرست شخص کی، دولت کے پجاری کی

جو اپنے زر و مال پر تکبر کے ساتھ لوگوں کو روبرو ذلیل کرنے،

طعنے دینے اور غیبت کرنے کا عادی مجرم ہے۔

اے پیغمبر! جو مال جمع کرنے اور اُسے گننے میں زندگی بھر مصروف رہا۔

سمجھتا ہے کہ اُس کا مال ہمیشہ اُس کے پاس رہے گا اور کام آئے گا۔

ہرگز نہیں،

وہ تو چُور چُور کر دینے والے جہنم کے ہاون دستے [حُطَمَة][۸۴] میں

حقارت و اہانت کے ساتھ پھینک دیا جائے گا۔

اور تمھیں جہنم کے ہاون دستے کی بھی کچھ خبر ہے؟

خوب خُوب بھڑکائی ہوئی اللہ کی آگ،

جو سوہانِ روح بن جائے گی، تاکہ آہ و فغاں تک نہ سنی جائے

پھر وہ آگ اُن سرکشوں پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی

اور وہ اُس میں آگ کے اُونچے اُونچے ستونوں میں جکڑے ہوئے رہیں گے۔

بات صاف ہے اِس قافلے میں اس سرمایہ دارانہ بیمار ذہنیت کے لوگوں کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ احیائے دین کے لیے اُٹھنے والی ہر تحریک کو اپنے افراد میں سے اس بیماری کو کیا، اس کی پرچھائیوں تک کو ختم کرنا ضروری ہے۔ یہ حُطَمَة کا، یہ اللہ کی آگ کا تذکرہ اور وعید ہامان و قارون، ابو جہل اور ولید بن مغیرہ کے لیے نہیں ہو رہا ہے، یہ اُن بد نصیبوں کے لیے ہے، جو ایمان لائیں اور پھر شیطان کے بندے بن کر قارون، ابو جہل بن جائیں۔ آج امت مسلمہ کی اصل بیماری یہی ہے اسی نے ہماری جڑ کاٹی ہے۔

اس سورۃ کے بعد اگلے سال (نبوت کے تیسرے سال) کے آخر تک جبریل امین اللہ کے حکم سے قیامت اور آخرت کے موضوع پر قرآن مجید لاتے رہے سوائے سُوْرَةُ الرَّحْمٰن کے اس دوران نازل ہونے والی تمام سورتوں کا موضوع قیامت ہی رہا۔

۸۴ یہ دوزخ کے ایک خاص طبقے کا نام ہے جس کی آگ اتنی تیز ہوگی کہ اُس میں جو بھی چیز ڈالی جائے گی اُس کو آنِ واحد میں پیس کر رکھ دے گی۔ Infra-red and Ultra-violet rays کی دریافت سے حُطَمَة کی ماہیت و خصوصیت کو سمجھنا آسان ہو گیا ہے

۱۵: سُوْرَۃُ الْقَارِعَة [۱۰۱—۳۰:عَمَّ]

دوسرا سالِ نبوت اپنے اختتام کی طرف جا رہا ہے۔ مناظر قیامت کی سورتوں کا اور ان کے ذریعے امتِ محمدیہ ﷺ کی پہلی اہلِ ایمان ٹیم کا تزکیہ ہو رہا ہے۔ یہ سورتیں اُترتی تھیں، نبی ﷺ اِن کو اپنے اصحاب کو سنا دیتے تھے، جنھیں وہ پورے یقین کے ساتھ اس طرح اپنے اذہان میں یاد اور اعمال میں جذب کر لیتے تھے کہ اُن کی مبارک زندگیوں میں یہ قرآنی سورتیں زندہ چلتی پھرتی نظر آتی تھیں۔ اس سورۃ میں بتایا گیا کہ جب وہ عظیم حادثۂ قیامت رونما ہو گا تو اعمال تولے جائیں گے، بھاری اعمال والے جنتوں میں اور ہلکی تول والے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

یہ بات یہاں خصوصی طور پر نوٹ کرنے کی ہے کہ اوائل نبوت سے اب تک جنت کا تذکرہ اس سورۃ میں پہلی مرتبہ اگرچہ واضح طور پر تو نہیں مگر ایک طور سے عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ کی دو لفظی ترکیب میں آیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱

مفہوم آیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وہ کھٹکھٹانے والی [۸۵]

کیا ہے وہ کھٹکھٹانے والی؟

تم کیا جانو کہ وہ کھٹکھٹانے والی چیز کیا ہے؟

سخت گھبراہٹ اور ہولناکی کی وجہ سے اُس دن لوگ پتنگوں کی طرح منتشر

اور پہاڑ رنگ برنگ کے دُھنکے ہوئے اُون کی طرح ہوں گے۔

۸۵ قیامت کے دن کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور اس کو اس نام سے اس لے موسوم کیا گیا ہے کہ یہ لوگوں پر اچانک ٹوٹ پڑے گی اور اپنی ہولناکیوں سے لوگوں کو دہشت زدہ کر دے گی۔

تو جس کی نیکیاں، برائیوں کی نسبت جھک جائیں گی

وہ من پسند عیش میں ہو گا،

اور جس کی نیکیوں کے پلڑے ہلکے ہوں گے [برائیوں کے باعث]

اس کا ٹھکانا اور مسکن گہری کھائی [ہَاوِیَۃٌ] ہو گی۔

اور تم کیا جانو کہ ہَاوِیَۃٌ کیا چیز ہے؟

زبردست حرارت والی شعلہ زن آگ ہی آگ۔

یہ سورت اپنی پہلی آیات میں قیامت کے پہلے مرحلے کا ذکر کرتی ہے، جس میں قیامت کے اچانک برپا ہو جانے کا منظر ہے۔ انسانوں کو جو بہت دانا اور عقل والی مخلوق ہے وہ بارش کے بعد روشنی کی جانب پراگندہ و منتشر پتنگوں کی مانند ہو گی اور پہاڑ، جو سب سے بڑی اور پُر ہیبت چیز وہ اس کائنات میں دیکھتی تھی اپنے اپنے رنگوں کی مناسبت سے دھنی ہوئی اون کی مانند ہو جائیں گے۔

دوسرے مرحلے میں، جب حساب کتاب شروع ہو گا تو اعمال تولے جائیں گے، جن کی نیکیاں اُن کی برائیوں کے مقابلے میں بھاری ہوں گی وہ من پسند عیش میں ہوں گے اور جن کی نیکیوں کے پلڑے برائیوں کے باعث ہلکے ہوں گے وہ شعلہ زن بھڑکتی آگ میں، باقی نہ ختم ہونے والی زندگی گزاریں گے۔

١٦: سُوْرَةُ الزِّلْزَال [٩٩—٣٠:عَمَّ]

پچھلی مرتبہ روح الامین سُوْرَةُ الْقَارِعَة میں قیامت کے بارے میں نیکیوں اور بدیوں کو تولے جانے کا اصول بیان کر کے گئے تھے۔اس مرتبہ زمین کے ایک زلزلے سے ہلائے جانے اور زمین کے اپنے اندر دفن تمام انسانوں اور تمام تاریخی واقعات کو نکال پھینکنے کی منظر کشی ہے اور زور اس بات پر ہے کہ ہر انسان اپنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور بدی کو دیکھ لے گا اور ہر انسان زمین سے تنہا تنہا نکالا جائے گا، کوئی مددگار اور بچانے والا نہیں ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿٢﴾ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ﴿٥﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ﴿٦﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿٧﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿٨﴾

مفہوم آیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جب زمین ہلا ڈالی جائے گی، جیسی کہ بھرپور طریقے سے ہلائی جائے

اور زمین اپنے اندر چھپی اور دفن ساری چیزیں نکال کر پھینک دے گی،

اور انسان حیرانی سے کہے گا کہ اسے کیا حادثہ پیش آگیا؟

اُس دن وہ اپنے اُوپر گزرے ہوئے سارے حالات و معاملات بیان کرے گی

کیوں کہ تیرے رب نے اُسے ایسا ہی حکم دیا ہوگا۔

اُس روز لوگ فرداً فرداً، اکیلے اکیلے نکلیں گے،

تاکہ اُن کے اعمال اُنھیں دکھائے جائیں۔

پھر جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اس نیکی کو بھی دیکھ لے گا،

اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہوگی، وہ اس بدی کو بھی دیکھ لے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تمھارا کہنا صحیح نہیں، میں روزِ محشر کی قسم کھاتا ہوں کہ یومِ حشر تو برپا ہونا ہے سو ہونا ہے۔ اور تمھارا گمان ہر گز صحیح نہیں، میں [برائی پر] ملامت کرنے والے نفس کی [یعنی انسانی ضمیر conscience کی] قسم کھاتا ہوں، کہ قیامت تو آ کے رہے گی۔ کیا انسان کا یہ خیال ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو جمع نہ کریں گے؟ کیوں نہیں؟ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے ایک ایک جوڑ کو دوبارہ ٹھیک سے بنا دیں۔ نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ حق یہ ہے کہ انسان اپنے ضمیر کے روبرو شرارت کرنا چاہتا ہے۔ کس بے نیازی سے سوال کرتا ہے کہ آخر قیامت کب ہو گی؟

سنو! جب آنکھیں پتھرا ئیں، چاند بے نور ہو اور چاند سُورج ٹکرا کر فیوز ہو جائیں، سمجھو کہ قیامت آ گئی! اُس وقت یہی قیامت کی بابت سوال کرنے والا انسان کہے گا: اب کہاں بھاگ کر جاؤں!

کوئی ہے بھاگنے کی جگہ؟ ہر گز نہیں، کہیں بھی پناہ نہ ہو گی، اُس روز تو بس ہر ایک کو تیرے رب ہی کے سامنے حاضر ہونا ہو گا۔ اُس دن انسان کو بتا دیا جائے گا کہ کیا لے کر آیا ہے اور کیا پیچھے چھوڑا ہے! نہیں، وہ اسے نہیں جھٹلا سکتا بلکہ سچی بات یہ ہے کہ انسان خود ہی اپنے کرتوتوں پر گواہ ہے، چاہے وہ کتنی ہی باتیں بنائے اور معذرت پیش کرے۔

لوگوں پر اتمامِ حجت کی جلدی میں، اے نبیؐ، اِس وحی کو جو آپ کو سُنائی جا رہی ہے، جلد یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، یہ ہمارا کام ہے کہ تمھیں اِس کو حفظ کرا دیں اور پڑھوا دیں، لہٰذا جب ہم اِس کو سنائیں تو اُس وقت تم پورے غور سے سُنتے رہو، پھر اس کا مقصود و مطلب ذہن نشین کرا دینا بھی ہمارا ہی کام ہے............

لوگو تم اسے نہیں جھٹلا سکتے، آخرت اور قیامت کی بابت تمھارے گمان ہر گز صحیح نہیں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ تمھاری اِن باتوں کے پیچھے ذہن میں بسی اصل کارفرما بات یہ ہے کہ تم لوگ جلدی حاصل ہونے والی سامنے موجود دنیا اور اس کی لذتوں و شہواتوں سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو نظر انداز کر دیتے ہو۔ لیکن وہ آئے گی اور اس طرح آئے گی کہ روزِ محشر کچھ چہرے اپنے رب سے آس لگائے ترو تازہ ہوں گے۔ اور کتنے ہی چہرے پژمردہ اور اُداس ہوں گے کہ جان چکے ہوں گے کہ اُن پر کمر توڑ [ناقابلِ برداشت] مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔

نہیں تم اس کو نہیں جھٹلا سکتے، ہر گز نہیں! ایک دن تیرے رب کی طرف واپسی کا دن ہو گا، کب؟ جب جان حلق میں آ پھنسے گی، پس اُس وقت شدید بے بسی ہو گی اور کسی علاج کرنے اور جھاڑ پھُونک کرنے والے کی تلاش میں بھاگا دوڑی ہو گی، اور آدمی جان جائے گا کہ بس اب اس جہاں سے چل چلاؤ کا وقت آ گیا ہے، ضعف و بے بسی کا یہ عالم ہو گا کہ پنڈلی پر پنڈلی چڑھ جائے گی .... سنو! اس دن تیرے رب کی طرف واپسی ہو گی!

[کیا بات ہے نادانی اور اکڑ کی کہ جب اُسے بلایا گیا صحیح دین کی طرف] اُس نے نہ تو قیامت کے اچھے انجام کو سچ مانا اور نہ نماز پڑھی، بلکہ امر و نہی سے رو گردانی کی اور منہ بسورا اور منہ موڑا، پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چل دیا۔ افسوس اس بے عقلی اور نادانی پر جو تجھ ہی کو سزاوار ہے، افسوس ہے تجھ پر افسوس ہے!۔ ہاں یہ روش تیرے جیسے نادان اور نافرمان ہی کو سزاوار ہے اور تجھی کو زیب دیتی ہے، پھر افسوس ہے تجھ پر افسوس ہے!

انسان نے یہ کیا غلط گمان کر رکھا ہے کہ اس دنیا میں اپنی کار گزاری پر بغیر حساب کتاب کے وہ یُوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ محض ایک حقیر پانی جیسا نطفہ نہ تھا جو رحمِ مادر میں ٹپکایا گیا؟ پھر وہ خون کی ایک پھٹکی اور پھر لو تھڑا بنا، پھر اللہ نے اس کے اعضا بنائے اور نک سک سے درست کر دیے، پھر اس سے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا............ یہ سب کچھ کرنے والا کیا اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کر سکے؟ سوچو!

سن ۶۱۲ء کا جولین کیلنڈر [اِس شمسی برس کے دوران، ٹھنڈی اور غیر مہماتی دعوت کا تیسرا سالِ نبوت تکمیل پایا]

	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
جنوری			1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30	31				
			۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	ربیع	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱				
فروری						1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29			
						۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	ربیع	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰			
مارچ							1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30	31
							۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	جمادی	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲
اپریل			1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30					
			۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	جمادی	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲					
مئی					1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30	31		
					۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	رجب	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴		
جون	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30							
	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	شعبان	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴							
جولائی			1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30	31				
			۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	رمضان	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶				
اگست						1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30	31	
						۲۷	۲۸	۲۹	شوال	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	
ستمبر		1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30						
		۲۹	۳۰	ذوالقعدہ	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸						
اکتوبر				1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30	31			
				۲۹	ذی الحجہ	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰			
نومبر							1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30	
							محرم	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	صفر	
دسمبر		1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30	31					
		۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	ربیع	۲					

آپ اوپر سنہ ۶۱۲ء کا کیلنڈر دیکھ رہے ہیں، اس کے دوران نبوت کا تیسرا برس ۳۱ اکتوبر تک جاری رہا ہے، یہ جب، پہلی جنوری کو شروع ہوا تو ربیع الاوّل کی ۲۱ تاریخ تھی۔ نبوت کا یہ تیسرا برس گزشتہ سنہ ۶۱۱ء میں ۲۳ نومبر کو پہلی محرم سے شروع ہوا تھا۔ اوپر کیلنڈر میں دیکھیے پہلی نومبر اور پہلی محرم ایک ہی دن آئی ہیں، یہاں سے نبوت کا وہ چوتھا سال شروع ہو جائے گا جس میں مہماتی انداز میں دعوت کے کام کی ابتدا بنو ہاشم کو کھانے کی دعوت اور پھر پہاڑی پر وعظ سے ہو گی۔

نبوت کے تیسرے سال کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ اس کے آخری دنوں میں عین صفا و مروہ میں سعی کے راستے کے سامنے دارِ ارقم کا قیام عمل میں آیا، جہاں اہلِ ایمان جمع ہوتے اور نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے اور دین کو پھیلانے کی منصوبہ بندی کرتے۔

تیسرا سالِ نبوت

۱۲ نومبر ۶۱۱ء تا ۳۱ اکتوبر ۶۱۲ء [قمری اسکیل پر یکم محرم تا ۳۰ ذوالحجہ]

نزولِ قرآن کی بارانِ رحمت جاری ہے

۱۸: سُوْرَةُ الدَّهْر/الانسان [۷۶—۲۹: تَبٰرَكَ]	انسان کی زندگی کے آغاز کی کہانی	۱۴۰
۱۹: سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰت [۷۷—۲۹: تَبٰرَكَ الَّذِیْ]	اُس دن تو بس تباہی ہو گی!	۱۴۵
۲۰: سُوْرَةُ النَّبَا [۷۸—۳۰: عَمَّ]	عظیم خبر جس کو لوگ جھٹلاتے ہیں	۱۴۹
۲۱: سُوْرَةُ النّٰزِعٰت [۷۹—۳۰: عَمَّ]	قیامت پر فرشتوں کی گواہی	۱۵۱
۲۲: سُوْرَةُ التَّكْوِیْر [۸۱—۳۰: عَمَّ]	جب سورج تاریک کر دیا جائے گا	۱۵۷
۲۳: سُوْرَةُ الْاِنْفِطَار [۸۲—۳۰: عَمَّ]	جب آسمان کی چھت پھٹ جائے گی	۱۵۸
۲۴: سُوْرَةُ الرَّحْمٰن [۵۵ — ۲۷: قَالَ فَمَا]	اللہ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے	۱۵۹

پہلے تین برس، دور نبوت کے تبلیغی اور تربیتی اعتبار سے موثر ترین اوقات ہیں۔ اس دور کا موثر ترین اور آخری برس تیسرا برس ہے، جس میں قیامت کی اطلاع بڑے موثر انداز میں دی گئی ہے۔

نبوت کے تیسرے سال کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ اس کے آخری دنوں میں عین صفا و مروہ میں سعی کے راستے کے سامنے دارِ ارقم کا قیام عمل میں آیا، جہاں اہلِ ایمان جمع ہوتے اور نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے اور دین کو پھیلانے کی منصوبہ بندی کرتے۔

آنے والے صفحات میں آپ اِسی تیسرے سال کی روداد میں نازل ہونے والے قرآن مجید اور دعوت پر لبّیک کہنے والے اور ایمان لانے والوں کے تذکرے پائیں گے۔ اس سال کیا خاص واقعات پیش آئے؟ اور یہ کہ کارِ نبوت میں آپ کو کیا کامیابی حاصل ہوئی؟ یہ وہ سوالات ہیں جو اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہیں۔

نبوت کے تیسرے سال میں نازل ہونے والا قرآن

نبوت کے اِس تیسرے سال میں کتنا قرآن مجید نازل ہوا؟ کتنے لوگ ایمان لائے ؟ کیا خاص واقعات پیش آئے؟اور یہ کہ کارِ نبوت میں آپ کو کیا کامیابی حاصل ہوئی؟ یہ وہ سوالات ہیں جو اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہیں۔ نبوت کے تیسرے سال میں سات سورتیں نازل ہوئیں: سُوْرَۃُ الدَّھر، سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰت، سُوْرَۃُ النَّبَا، سُوْرَۃُ النّٰزِعٰت، سُوْرَۃُ التَّکْوِیْر، سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَار، سُوْرَۃُ الرَّحْمٰن۔ سورتوں کے عنوانات کے اندراج کا طرز وہی ہے جو دوسرے برس کی سورتوں کے لیے ہم نے گذشتہ صفحات میں اختیار کیا ہے۔ آیندہ صفحات میں مختصر توضیحات کے ساتھ اِن سورتوں کا مفہوم درج کر رہے ہیں۔

۱۸: سُوْرَۃُ الدَّھر/الانسان [۷۶–۲۹: تَبٰرَكَ الَّذِیْ]

مفسرین کی اکثریت جسے قولِ جمہور کہا جائے یہی ہے کہ یہ مکی سورۃ ہے تاہم بعض مصاحف میں اس کو مدنی لکھا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے پوری سورت کو مدنی کہا ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ یہ سورت ہے تو مکی مگر آیات ۸ تا ۱۰ [۸۶] مدینے میں نازل ہوئی ہیں۔ سورہ کے مضامین اور اندازِ بیاں اس کے حتمی طور پر مکی ہونے کی دلیل دیتے ہیں۔ پوری سورہ کو تفکر و تدبر سے پڑھنے کے بعد کوئی آدمی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کی آیات ۸ تا ۱۰ پندرہ سولہ سال بعد نازل ہوئی ہوں گی۔

جس بناپر اس سورہ کے مدنی ہونے کا مغالطہ ہوا ہے وہ ایک غیر مصدقہ قصہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے۔ گھر والوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے دونوں بچوں کو شفا عطا فرما دی تو یہ سب شکرانے کے طور پر تین دن کے روزے رکھیں گے۔ تندرستی

۸۶ وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡہِ اللّٰہِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّ لَا شُکُوۡرًا ﴿۹﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنۡ رَّبِّنَا یَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِیۡرًا ﴿۱۰﴾ ترجمہ: اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور اُن سے کہتے ہیں کہ) ہم تمھیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ، ہمیں تو اپنے ربّ سے اُس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہو گا۔

ہونے پر روزے رکھنے شروع کر دیے۔ علیؓ اور گھر والے پہلا روزہ کھول کر جب کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک مسکین نے کھانا مانگا۔ گھر والوں نے سارا کھانا اسے دے دیا اور خود پانی پی کر سو رہے۔ دوسرے دن افطار کے وقت ایک یتیم آ گیا سارا کھانا انہوں نے اس کو دے دیا اور پانی پی کر سو رہے۔ تیسرے دن افطار کے وقت ایک قیدی آ گیا اور اس روز کا بھی پورا کھانا اسے دے دیا گیا۔ چوتھے روز نبی ﷺ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے اور دیکھا کہ وہ ایک کونے میں بھوک سے نڈھال پڑی ہیں۔ یہ حال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ پر رقت طاری ہو گئی۔ اتنے میں جبریل امینؑ آئے اور یہ پوری سورت آپ کو پڑھ کر سنائی۔ تفصیل سے اس مذکورہ قصے کو تفہیم القرآن میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس قصے کے بارے میں سید مودودیؒ لکھتے ہیں کہ :

"یہ پورا قصہ علی بن احمد الواحدی نے اپنی تفسیر البسیط میں بیان کیا ہے اور غالباً اسی سے زمخشری، رازی اور نیشا پوری وغیرہم نے اسے نقل کیا ہے۔ یہ روایت اول تو سند کے لحاظ سے نہایت کمزور ہے۔ پھر درایت کے لحاظ سے دیکھیے تو یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ ایک مسکین، ایک یتیم اور ایک قیدی اگر آ کر کھانا مانگتا ہے تو گھر کے پانچوں افراد کا پورا کھانا اس کو دے دینے کی کیا معقول وجہ ہو سکتی ہے؟ ایک آدمی کا کھانا اس کو دے کر گھر کے پانچ افراد چار آدمیوں کے کھانے پر اکتفا کر سکتے تھے۔ پھر یہ بھی باور کرنا مشکل ہے کہ دو بچے جو ابھی ابھی بیماری سے اٹھے تھے اور کمزوری کی حالت میں تھے، انھیں بھی تین دن بھوکا رکھنے کو حضرت علی اور حضرت فاطمہ جیسی کامل فہمِ دین رکھنے والی ہستیوں نے نیکی کا کام سمجھا ہو گا۔ اس کے علاوہ قیدیوں کے معاملے میں یہ طریقہ اسلامی حکومت کے دور میں کبھی نہیں رہا کہ انھیں بھیک مانگنے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ وہ اگر حکومت کی قید میں ہوتے تو حکومت ان کی خوراک اور لباس کا انتظام کرتی تھی، اور کسی شخص کے سپرد کیے جاتے تو وہ شخص انھیں کھانے پلانے کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ اس لیے مدینہ طیبہ میں یہ بات ممکن نہ تھی کہ کوئی قیدی بھیک مانگنے کے لیے نکلتا۔ تاہم ان تمام نقلی اور عقلی کمزوریوں کو نظرانداز کر کے اگر اس قصے کو بالکل صحیح ہی مان لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ اس سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب آلِ محمد ﷺ سے اس نیک عمل کا صدور ہوا تو جبریل علیہ السلام نے آ کر نبی ﷺ کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے اہل بیت کا یہ فعل بہت مقبول ہوا ہے، کیوں کہ انہوں نے ٹھیک وہی پسندیدہ کام کیا ہے جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے سورۂ دھر کی ان آیات میں فرمائی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیات نازل بھی اسی موقع پر ہوئی تھیں۔ شان نزول کے بارے میں بہت سی روایات کا حال یہی ہے کہ کسی آیت کے متعلق جب یہ کہا

جاتاہے کہ یہ فلاں موقع پر نازل ہوئی تھی تو دراصل اس سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ جب یہ واقعہ پیش آیا اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی بلکہ مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ آیت اس واقعہ پر ٹھیک چسپاں ہوتی ہے۔"
(تفہیم القرآن جلد ششم ۱۸۱- ۱۸۲)

اس سورہ کے زمانہ نزول کے بارے میں اصلاحیؒ صاحب تدبر قرآن میں لکھتے ہیں:

بعض مصاحف میں اس سورۃ کو مدنی ظاہر کیا گیا ہے لیکن پوری سورۃ کا مدنی ہونا تو الگ رہا اس کی ایک آیت کے بھی مدنی ہونے کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ سورتوں کے مکی یا مدنی ہونے کا فیصلہ کرنے کے لیے اصلی کسوٹی اُن کے مطالب و مضامین ہیں............ جن لوگوں نے اس کو مدنی خیال کیا ہے اُن کے خیال کی کوئی بنیاد نہیں ہے'(تدبر قرآن، جلد نہم سُوۡرَۃُ الدَّھۡر، صفحہ ۹۹)

قرآن کے نزول کی تاریخ میں جنت کا تذکرہ کرنے والی پہلی آیت اس سُوۡرَۃُ الدَّھۡر کے بارے میں جانا جائے کہ اس کا یہ بھی اعزاز ہے کہ یہ قرآن مجید کی پہلی نازل ہونے والی سورۃ ہے جس میں جنت کا تذکرہ ہے اور خوب ہے۔ اس سے قبل پے درپے نازل ہونے والی سورتوں میں قیامت کی سختیوں اور جہنم کا تذکرہ ہے۔ صرف سُوۡرَۃُ الۡقَارِعَۃ میں جنت کی جانب ایک اشارہ عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ کی دو لفظی ترکیب میں آیا ہے، وگرنہ جہنم کی ہولناکی پر اب تک نازل ہونے واے قرآن کا تین چوتھائی گواہ ہے۔ یہ سُوۡرَۃُ الدَّھۡر قیامت اور آخرت کا ایک دوسرا رخ یعنی جنت کا احوال بھی پیش کرتی ہے، جس سے اہلِ ایمان سرور میں آجاتے ہیں، موت کا خوف اُن کے دل سے دور ہوتا ہے اور اللہ سے ملاقات کا اُن کے دل میں اشتیاق بڑھتا ہے، ساتھ ہی دنیا کی رنگینیاں اور عیش و آرام بھی اپنی حیثیت کھونے لگتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم [ہر انسان کی زندگی کے آغاز کی ایک ہی جیسی کہانی ہے! انسان اپنی ذات پر غور کرے جب اُس کی ماں کے پیٹ میں اُس کی ذات کے بننے کا آغاز ہو رہا تھا] کیا وہ ایک عرصے تک کوئی قابلِ ذکر چیز ہی نہ رہا تھا؟ اتنی زیادہ نا قابلِ ذکر کہ اُس کی ماں تک کو علم نہ تھا کہ اُس کے پیٹ میں ایک شخصیت کی تعمیر شروع ہے۔ ہم نے انسان کو ماں اور باپ کی طرف سے مل کر بننے والی پانی کی ایک مخلوط بوند سے بنانا شروع کیا[۸۷] پھر اُس خون کی بوند کو رحمِ مادر میں اُلٹتے پلٹتے رہے یہاں تک کہ ہم نے اسے

۸۷ تجربے نے بتادیا ہے کہ مرد کی جانب سے اسپرم اور ماں کی جانب سے اُووم ملتے ہیں تو وہ پہلا خلیہ وجود میں آتا ہے جس سے ایک نئے انسانی جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔

سُننے اور دیکھنے والا بنادیا۔اس کار گاہِ حیات میں ہم نے انسانوں کو وحی الہام کی ہدایت سے زندگی گزارنے کا راستہ دکھایا، اب وہ مختار ہے کہ خواہ وہ ہمارا شُکر کرنے والا فرماں بردار بنے یا ہمارا انکاری، نافرمان کافر بن جائے۔ معاملہ یہ ہے کہ کُفر کرنے والوں کے لیے ہم نے جہنم کی آگ میں زنجیریں، طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اور نیک لوگوں کے لیے جنّت تیار ہے جہاں وہ ایسی شراب کے جام پئیں گے جن میں چشمۂ کافور [۸۸] کی آمیزش ہوگی،اس بہتے چشمے سے اللہ کے خاص بندے ہی پئیں گے اور آسانی سے اس کی شاخیں نکال لیں گے جہاں جہاں چاہیں گے۔یہ مالک کے وہ وفادار بندے ہوں گے جو دُنیا میں اُن پر عائد اپنی نذریں [ذمہ داریاں] پُوری کرتے رہے اور اُس دن سے ڈرتے رہے جس کی ہیبت ہر سو چھائی ہوئی ہوگی۔یہ لوگ دنیا کی زندگی میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو خود حاجت مند ہونے کے باوجود صرف اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر کھانا کھلاتے اور اُن پر یوں واضح بھی کر دیتے کہ ہم تمھیں صرف اللہ کی خوش نودی کے لیے کھلا رہے ہیں، ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتے، بدلہ تو درکنار ہمیں کسی شکریے کی بھی ضرورت نہیں ہے، ہمیں تو اپنے رب کی طرف سے ایک ایسے دن کے عذاب کا ڈر لگا ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا۔

ایسے باایمان ڈرنے والے نیک لوگوں کو یقیناً اللہ اُس دن کے شر سے محفوظ رکھے گا اور انھیں تازگی اور سُرور سے نوازے گا اور اُنھیں حیاتِ دنیا میں پامردی کے ساتھ نیک رَوِی پر جماؤ دکھانے کے بدلے میں جنّت ملے گی جہاں انھیں ریشمی لباس عطا کیا جائے گا۔ وہاں وہ اُونچی مسندوں پر ٹیک لگا کر بے غم و بے فکر بیٹھیں گے۔نہ وہاں گرمی کی مصیبت ہوگی اور نہ جاڑے کی ٹھر (chill)۔معتدل خوش گوار موسم ہوگا، باغِ جنّت ان پر سایہ فگن ہوگا، درختوں پر لگے نوع بہ نوع پھل ہر لحہ اُن کی دسترس میں ہوں گے کہ جب چاہیں اور جو چاہیں توڑ لیں۔اُن کے آگے کھانے کے لیے چاندی کے برتن اور پینے کے لیے شیشے کے پیالے گردش میں ہوں گے، شیشہ بھی وہ، جو چاندی سے بنا ہوگا۔اوران چمک دار شفاف پیالوں کو جنت کے مینیجر زنے ٹھیک پسندیدہ طور سے بھرا اور سجایا ہوگا۔ان میں اُنھیں کیا پلایا جائے گا؟ ایسی شراب کے جام جس میں زنجبیل [سُونٹھ] کی آمیزش ہوگی تاکہ اس کا ذائقہ اور خوش بو دونوں خوش

۸۸ کافور سے مراد کافور نہیں بلکہ یہ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے، یہ امور متشابہات میں سے ہے جس کی حقیقت ہم یہاں نہیں سمجھ سکتے۔

گوار بن جائیں۔

چشمہ زنجبیل؟ یہ تو جنّت کا ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں۔ جنتوں میں ان با ایمان، ڈرنے والے نیک لوگوں کی خدمت کے لیے ایسے حسین لڑکے [غلمان] دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ تم انھیں دیکھو گے تو یہی خیال کرو گے کہ گویا موتی ہیں، بکھرے ہوئے! وہاں جس جانب بھی تم نگاہ ڈالو گے، ہر جا عظیم نعمت اور عظیم بادشاہی اور بڑی سلطنت کا سماں تمھیں نظر آئے گا۔

جنتیوں کو ہم باریک ریشم کے سبز لباس اور اطلس و دیبا کے کپڑے اور پھر چاندی کے کنگن پہنائیں گے، اور ان کا رب ان کو نہایت پاکیزہ جام پلائے گا۔ برملا کہا جائے گا کہ یہ تمھارے عمل کا صلہ ہے جو تمھیں مبارک ہو، تم لوگ اپنی دنیوی زندگی میں غلبہ دین کے لیے جو جدوجہد کرتے تھے وہ تمھارے رب کے دربار میں قبول کرلی گئی ہیں۔

اے نبیؐ تم اِن کی پروانہ کرو، ہم نے ہی تم پر اپنی حکمت سے یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے [89] بااہتمام نازل کیا ہے، لہٰذا تم اپنے رب کے حکم پر صبر کرو اور فیصلے کے دن کا انتظار کرو اور اپنے ساتھ بسنے والوں میں سے کسی بدکار یا منکر حق کی بات نہ مانو [90]۔ صبح شام اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور رات کو بھی، اُس کے طویل اوقات میں اپنے رب کی بارگاہ میں سجدے میں پڑے رہو، اُس کی تسبیح کرتے رہو۔

اِن منکرین حق کا کیا پوچھنا، ان کے طور طریق، ان کے فیشن اور ان کے طرزِ زندگی کی طرف ہر گز مائل نہ ہونا یہ اس لیے نہیں مان رہے کہ یہ لوگ تو آنکھوں کے سامنے نقد، جلد مل جانے والی دُنیا کی محبت

---

۸۹ یہ بات کفارِ مکہ کے اس اعتراض کے جواب میں کہی جارہی ہے کہ یہ قرآن یک بارگی پورا کیوں نہیں نازل ہو جاتا؟ قرآن کی اس مرحلہ بہ مرحلہ تنزیل سے اُن کو پریشانی یہ تھی کہ جہاں انھوں نے کوئی اعتراض جڑا، جہاں کوئی سوال داغا، قرآن میں اُس کا جواب آجاتا۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ یک بارگی سارا قرآن آجائے پھر یہ اُن موضوعات کو چھیڑیں جو قرآن میں انھیں نظر نہ آتے ہوں۔ مشرکین اور مخالفینِ اسلام کے سامنے یہ قرآن اب تو اُن کی مشق کے لیے پورا موجود ہے!

۹۰ غیر مسلموں میں تبلیغ کے ذریعے اسلام کی اشاعت کا معاملہ ہو یا مسلمان معاشروں میں نام نہاد مسلمانوں کے درمیان احیائے اسلام کا معاملہ ہو، ہر دو صورتوں میں کشمکش کے دوران منکرینِ حق کے ساتھ کسی قسم کی مداہنت، مصالحت اور اتحاد کی باتیں اور عجلت پسندی کے غلبے میں اُن کی باتوں کو تسلیم کرنا اسلامی تحریکات کے لیے قرآن مجید کی اس آیت کی رو سے ممنوع ہے۔

میں گرفتار ہیں اور مرے پیچھے آخرت میں جو حساب کا بھاری دن آنے والا ہے اُس کا اُنھیں کوئی ہوش ہی نہیں ہے۔

یہ لوگ سوچیں ذرا! ہم نے ہی تو اِنھیں تخلیق کیا اور ان کے سارے ہڈی جوڑ مضبوط کیے ہیں، جن کے بل پر اس دنیا میں ان کی ساری اکڑ ہے۔ بھول نہ جائیں اور اس بات سے غافل نہ ہوں کہ ہم اِن کی شکلوں کو بدل کر رکھ دیں گے، جس طرح بھی، جب اور جس وقت بدلنا چاہیں گے۔

اے محمدؐ، قرآن مجید کا پیغام تمھارے مخاطبین کے سامنے محض ایک نصیحت ہے، انھیں اس کو رد یا قبول کرنے کا پورا اختیار ہے، اس کو سننے کے بعد اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کر کے ہمیشگی کی لازوال بادشاہی کو اس فانی دنیا کے مقابلے میں اختیار کر لے اور تمھارے اختیار میں کچھ نہیں، جب تک کہ اللہ نہ چاہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور بہت حکمت والا ہے، اپنی رحمت سے اہلِ ایمان کے زُمرے میں جس کو چاہتا ہے داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۱۹: سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰت [۷۷—۲۹: تَبٰرَكَ الَّذِیْ]

اس سورت کی ابتدائی آیات میں زمین پر چلنے والی ہواؤں کے نظام کو قیامت کی دلیل / گواہی کے لیے پیش کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اور محمد ﷺ جس قیامت کے آنے کی خبر دے رہے ہیں وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی۔ بات بڑی سادہ سی ہے کہ اس کائنات میں بے شمار سسٹم کام کر رہے ہیں، سب میں بڑی مقصدیت اور ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی compatibility ہے۔ کیا سارے سسٹم تو ایک مقصد رکھتے ہوں اور پوری کائنات کا کوئی مقصد نہ ہو، کیسے ممکن ہے۔ ان بہت سارے نظاموں میں سے ایک ہواؤں کے نظام ہے، اسی پر غور کر لو۔ مقصد اور حکمت سے بنائے ہوئے سسٹم الل ٹپ ختم نہیں ہوں گے! عقل مطالبہ کرتی ہے کہ ایک آخرت concluding session ہو!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ قیامت کے واقع ہونے پر شہادت دیتی ہیں طرح طرح کی سخت ہوائیں، ایک وہ جو صبح دم چھوڑی جاتی ہیں، پھر طوفانی رفتار اختیار کر لیتی اور طوفانی عذاب بن جاتی ہیں۔ اور وہ جو بادلوں کو اُٹھا کر پھیلا دیتی ہیں، پھر وہ ہوائیں جو [تاحدِّ نگاہ پھیلے ہوئے آسمانِ زمین پر بادلوں کے سائبان کو] پھاڑ

کر سارے بادلوں کو روئی کے پہاڑوں کی مانند جُدا جُدا کر دیتی ہیں، پھر وہ ہوائیں [جن کی کبھی سختی اور کبھی نرمی] انسانوں کے قلوب میں از خود ایک خالق کی موجودگی کا احساس ڈالتی ہیں، تاکہ غفلت میں سر مستوں پر اتمامِ حجت ہو یا دل میں خالق کی ہیبت طاری ہو یاد دہانی کے طالبوں پر، لوگو سنو! ہواؤں کا یہ نظام شہادت دیتا ہے کہ جس قیامت/ آخرت کا ذکر تم سے کیا جا رہا ہے وہ ضرور برپا ہو گی [وہ ہمارے ذمے ایک پورا ہونے والا یقینی وعدہ ہے۔] .... [مفہوم آیات ۱تا۷]

اہلِ مکہ بار بار کہتے تھے کہ جس روزِ قیامت سے تم ہم کو ڈرا رہے ہو ذرا اُسے لا کر تو دکھاؤ۔ قرآن مجید یہ جواب دیتا ہے کہ اللہ نے اُس کے لیے ایک خاص وقت مقرر کر رکھا ہے۔ اُسی وقت پر وہ قیامت آئے گی۔ اور جب وہ واقع ہو گی تو ایسی ہول ناک طور پر ہو گی کہ مطالبہ کرنے والے مدہوش ہو جائیں گے۔ اُس دن انھی رسولوں کی گواہی پر ان کے مقدمے کا فیصلہ ہو گا، جن کا یہ منکرین مذاق اڑا رہے ہیں۔

[اے اہلِ مکہ تمھارے روز روز کے فضول مطالبوں پر (تمھاری زبان میں) قیامت کا تماشہ ابھی نہیں دکھایا جا سکتا، وہ قیامت تو اپنے وقتِ مقررہ پر بس ایک بار آئے گی، اور جب آئے گی تو] پھر ستاروں کی چمک دمک بے نور ہو جائے گی، آسمان میں شگاف پڑ جائیں گے، اور پہاڑ دُھنک کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، اور پھر اِس گواہی کے لیے کہ لوگوں کو مطلع کر دیا گیا تھا یا نہیں، رسُولوں کے لیے اُن کے پروردگار کے حضور میں حاضری کا وقت آ پہنچے گا، اُس روز وہ قیامت واقع ہو جائے گی۔ اے اہلِ مکہ تمھارا یہ کہنا کہ یہ کام ابھی کیوں نہیں کر لیا جاتا اور یہ سوال کہ کس روز کے لیے [قیامت برپا کرنے کا] کام اُٹھا رکھا گیا Postpone ہے؟ نادانو سنو! ایک حکمت بھرے منصوبے اور شیڈول کے مطابق فیصلے کے دن، یومِ قیامت کے لیے! اور تم کیا جانو کہ وہ فیصلے کا دن کیسا ہو گا؟ سنو! سنو! پیغامِ رسالت اور رسولؐ کو جُھٹلانے والوں کے لیے[91] اُس دن تو بس تباہی ہی تباہی ہو گی! وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ[92] [مفہوم آیات ۸تا۱۵]

---

۹۱ اصحابِ تفسیر نے یہاں جھٹلانے سے مراد روزِ قیامت کو جھٹلانے سے لی ہے اور یہ اس طرح صحیح بھی ہے کہ اِس سورت کے نزول کے وقت وہ مسئلہ جو پورے زور شور سے زیرِ بحث تھا وہ قیامت کا ہی تھا، اس ہی مسئلے کو سمجھانے کے لیے اُن دِنوں بارش کے قطروں کی مانند پے در پے سورتوں پر سورتیں نازل ہو رہی تھیں۔ مگر جیسا کہ واضح ہے کہ اصل میں تو کفارِ مکہ آپؐ کے رسول ہونے کو اور آپؐ کے پیغامِ توحید کو جھٹلا رہے تھے، ان دونوں باتوں کو جھُٹلانا اور ان دونوں باتوں کا مذاق اُڑانا بوجوہ آسان نہ تھا لہذا جو بات منکرین نے پکڑ لی تھی وہ

آگے قیامت اور آخرت کے وقوع اور وجوب کے دلائل دیے گئے ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ انسانی معاشروں اور مختلف تہذیبوں کی تاریخ، اور پھر خود انسان کی رحم مادر میں حقیر قطرے سے پیدائش، اور پھر یہ زمین جس پر وہ زندگی بسر کر رہا ہے اس کی بناوٹ اور اس پر جاری نظامِ حیات و موت، یہ ساری چیزیں گواہی دے رہی ہیں کہ قیامت کا آنا ممکن ہی نہیں، سب چیزوں کے خالق کی حکمت اور عدل کا مطالبہ بھی ہے۔

اے اہلِ مکہ کیا یہ امرِ واقعہ نہیں؟ کیا تم نے زمین میں چل پھر کر اپنے تجارتی اسفار کے دوران آثار قدیمہ کو دیکھ کر یہ نہیں جانا کہ ہم نے پچھلی کتنی ہی قوموں کو اسی سرزمینِ عرب میں اس انکار کی پاداش میں ہلاک کیا؟ پھر جس جس قوم نے اُن کی بری روش کی پیروی کی اُن کو بھی اُن کے پیچھے چلتا کیا۔ مجرموں کے ساتھ ہم ہمیشہ یہی کچھ کیا کرتے ہیں۔ تباہی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے! وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ.. [مفہوم آیات ۱۶ تا ۱۹]

اے انسانو! تمھارا اپنا وجود اور پیدائش اس پر شاہد ہے کہ ہمارے لیے تم کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل کام نہیں! کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی جیسی چیز سے پیدا نہیں کیا؟ اور اِس چیز کو رحمِ مادر میں ایک محفوظ جگہ ایک مقرر مدت تک کے لیے نہیں ٹھہرائے رکھا؟ تو سوچو، اگر ہم پہلے اِس پر قادر تھے اور ہم بہت اچھی قدرت رکھنے والے ہیں تو کیوں ہم تمھیں دوبارہ نہ پیدا کر سکیں گے؟ تباہی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے! وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ...................... [مفہوم آیات ۲۰ تا ۲۴]

جس زمین پر تم جیتے مرتے ہو کیا ہم نے اس زمین کو ہر چیز اپنے اندر سمیٹ کر رکھنے والی نہیں بنایا؟ زندوں کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی! تم کہاں بھاگ کر جاؤ گے؟ اس زمین میں بلند و بالا پہاڑ جمائے تاکہ زمین، زمین والوں کو لے کر ڈھلک نہ جائے، اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمھیں [سورج کی حرارت، عملِ تبخیر، بادلوں، ہواؤں، پہاڑوں، بارشوں اور دریاؤں کے ایک مربوط نظام کے ذریعے بار بار

زندگی بعد موت اور روزِ قیامت کا وقوع تھا۔ اس بعثت اور آخرت کو جھٹلانے پر وعید کا ہونا روزِ روشن کی مانند واضح ہے مگر نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ اہلِ مکہ کی پوری کشمکش کے تناظر میں جھٹلانے سے مراد تینوں امور کا یعنی آپؐ کی نبوت کا، آپؐ کے پیغامِ توحید کا اور آخرت کا جھٹلانا لیا جائے تو بات زیادہ وزن رکھتی محسوس ہوتی ہے۔

۹۲ یہ آیت اس سورۃ میں دس (۱۰) مرتبہ دُہرائی گئی ہے۔ 'ویل' جہنم میں ایک وادی کا نام ہے جس کی سختیوں سے خود جہنم بھی پناہ مانگتی ہے۔

زندہ کر کے وہی ایک] میٹھا خوش گوار پانی ہم پلاتے ہیں؟ تمھارا دوبارہ زندہ کرنا کون سا انوکھا کام ہے؟
تباہی ہے اُس روز جھُٹلانے والوں کے لیے! وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ....... [مفہوم آیات ۲۵تا۲۸]

اگلی آیات میں قیامت کے انکاریوں کو اُن کا انجام بد بتایا جارہا ہے کہ کس طرح وہاں وہ ایک زبردست دھکائی ہوئی آگ سے دوچار ہوں گے۔ سچ بات یہ ہے کہ انسانی زبانیں اس بات سے قاصر ہیں کہ اللہ کی قدرت کو اس کے رحم وکرم اور غضب کو الفاظ میں بیان کرسکیں تاہم اللہ رب العالمین اپنی دھکائی ہوئی اور تیار کی ہوئی آگ کی تمثیل بیان کرتے ہیں جن کو سن کر حساس لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

وہ قیامت جس پر ایمان کے لیے تم کو بلایا جارہا ہے، جب واقع ہوگی تو تم سے کہا جائے گا چلو اب اُسی میدانِ حشر کی جانب جسے تم زندگی بھر جھُٹلاتے رہے تھے۔ چلو اُس سہ شاخہ نحوست بھرے جہنم کی آگ کے سائے کی طرف جس میں نہ چھاؤں ہے اور جو نہ ہی آتشِ دوزخ کی لپیٹ سے بچانے والا ہے۔ وہ آگ تو بڑی بلڈنگوں جتنی چنگاریاں پھینکے گی اور جو اُچٹتی اور اُچھلتی ہوئی یُوں محسُوس ہوں گی جیسے کے وہ زرد اُونٹ ہیں۔ تباہی ہے اُس روز جھُٹلانے والوں کے لیے! وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ..........
....[مفہوم آیات ۲۹تا۳۴]

قیامت کے باب میں ہمارے رسول کا مذاق اُڑانے والو، بڑھ بڑھ کر باتیں چھانٹنے والو! اُس دن تمھارے مونہوں سے کچھ نہ پھوٹ سکے گا۔ وہ دن تو منہ سے بات نکالنے کا ہوگا ہی نہیں، اور نہ ہی جھٹلانے والوں کو کوئی موقع دیا جائے گا کہ اللہ کے سامنے آئیں اور کوئی اُلٹا سیدھا عذر ہی پیش کرسکیں۔
تباہی ہے اُس دن جھُٹلانے والوں کے لیے! وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ....... [مفہوم آیات ۳۵تا۳۷]

فیصلے کے دن کو جھٹلانے والو! جب تم اُس دن وہاں پہنچو گے تو آوازہ بلند ہوگا: یہ فیصلے کا دن ہے۔ ہم نے تم کو اور تم سے پہلے گزرے جھٹلانے والے سارے لوگوں کو بھی جمع کرلیا ہے۔ اب اگر کوئی داؤ ہے جسے تم میری بادشاہی سے نکلنے اور میرے عذاب کو ٹالنے کے لیے لگا سکتے ہو تو وہ داؤ لگاؤ!! تباہی ہے اُس دن جھُٹلانے والوں کے لیے! وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ............. [مفہوم آیات ۳۸تا ۴۰]

اب اختتامِ سورہ ہے اور اس موقع پر باایمان اللہ سے خوف کھانے اور قیامت پر یقین رکھ کر زندگی گزارنے والوں کا تذکرہ ہے

بلاشبہ پرہیزگار، اَن دیکھے اللہ سے خوف کھانے والے اور اس فیصلے کے دن پر یقین رکھنے والے لوگ آج سایوں اور چشموں میں ہیں جہاں اُن کے لیے اُن کے پسندیدہ پھلوں کا، جو بھی وہ پسند کریں انتظام کیا گیا ہے۔ ایسے متقیوں کے لیے آوازہ بلند ہوگا: مزے سے کھاؤ اور پیو اپنے اعمال کے صلے میں جو تم کرتے رہے۔ ہم نیکو کاروں کو ایسے ہی انعام سے نوازتے ہیں جو خوبی سے عمل کریں۔ تباہی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے! وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ.................. [مفہوم آیات ۴۱ تا ۴۵]

پچھلی عذاب رسیدہ بستیوں کے باسیوں کی طرح تم بھی کچھ دن کھاپی لو اور مزے کر لو۔ حقیقت میں تم لوگ مجرم ہو۔ تباہی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ، یہ دنیا میں ہر نعمت پاتے ہیں اور جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے آگے جھکو تو نہیں جھکتے۔ تباہی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے! وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ یہ مجرمین جنھوں نے قرآن کو جھٹلا دیا ہے، اب اِس قرآن کے بعد بھلا کس بات پر ایمان لائیں گے؟ .... [مفہوم آیات ۴۶ تا ۵۰]

☆☆☆☆

۲۰: سُوْرَةُ النَّبَا [۷۸—۳۰: عَمَّ]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لوگوں کے درمیان یہ کیسا چرچا ہے، کیوں یہ چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں، یہ کس موضوع [اِشو] پر بھانت بھانت کی بولیاں بولنے میں لوگ لگے ہوئے ہیں؟ کیا اُس یوم الفصل کی بابت جو بڑی خبر ہمارے نبیؐ نے اِن کو دی ہے اُس پر یہ اپنے تبصرے کر رہے ہیں؟ اِن کا علم، اِن کی دانش وری اور فکر سب غلط ہے، یہ قیامت کے بارے میں، جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں سرتاپا غلط ہے، یہ ہر طور غلط ہے۔ جب وہ گھڑی منکرین کو آدبوچے گی جلد ہی انھیں معلوم ہو جائے گا۔ ہاں کوئی بات نہیں! اس معاملے میں ان کی ساری ہی باتیں اور حیرتیں اور سارے ہی اعتراضات فضول اور غلط ہیں بہت جلد انھیں معلوم ہو جائے گا۔.. [مفہوم آیات ۱ تا ۵]

کیا یہ باتیں بنانے والے اس کائنات میں ہماری اعلیٰ و بے مثال صناعی، کاری گری کو نہیں دیکھتے اور ان سب کے درمیان ایک بے مثال ہم آہنگی، ایک مقصدیت اور حکمت پر غور نہیں کرتے کہ ہم نے انسانوں کی رہائش و بود و باش کے لیے زمین کو سارے اسبابِ زیست کے ساتھ فرش بنا دیا، اور بے شمار حکمتوں اور فوائد کے ساتھ پہاڑوں کو زمین کا توازن برقرار رکھنے کے لیے میخوں کی طرح گاڑ دیا، اور

تمھیں مردوں اور عورتوں کے دو طبقوں میں پیدا کیا، اِن کے درمیان افزائشِ نسل کے لیے محبت و مودت رکھ دی، وقت کے ہر چکر میں محنت و کام کی وجہ سے تھکن اور جسم میں ٹوٹ پھوٹ کو دور کرنے کے لیے تمھاری نیند کو باعثِ سکون اور جسم کی مرمت کا ذریعہ بنادیا، نیند پوری کرنے اور اللہ کی یاد سمیت بہت سارے کام جن کے لیے سکون اور خلوت درکار ہے رات کو پردہ پوش نہیں بنایا؟ اور ہر تاریک و خاموش رات کے بعد روشن اور حرارت و توانائی مہیا کرنے والے دن کو معاش کی جدوجہد کے لیے کاروبارِ زندگی کا مرحلہ نہیں بنایا، اور تمھارے اوپر سات محکم آسمان قائم کیے، اور روشنی اور توانائی کا منبع، زندگی بخش، تمھاری فصلوں کو اگانے والا ایک نہایت روشن اور گرم چراغ سورج کی شکل میں پیدا نہیں کیا، اور سمندروں کے سمندر ہواؤں کے دوش پر بادلوں کی شکل میں نہ بنائے جن سے پیہم بارش برسائی تاکہ اس کے ذریعہ سے غلّہ اور سبزی اور گھنے باغ اُگائیں؟ سوچو [۹۳] لاریب کہ فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے!..[مفہوم آیات ۶ تا ۱۷]

سنو! یوم الفصل پر باتیں بنانے والو اور حیرت سے اعتراضات جڑنے والو جس روز صور پھُونکا جائے گا، جب سے یہ زمین بنی ہے اُس وقت سے آخر تک زمین میں مدفون و منتشر تم اور تمھارے آباو اجداد سارے ہی فوج در فوج نکل آؤ گے۔ اور آسمان پھٹ جائے گا تو اُس میں دروازے ہی دروازے پاؤ گے، اور پہاڑ چلائے جائیں گے یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ ہو کر فریب نظر ہو جائیں گے۔ معاملہ یہ ہے کہ جہنّم سرکشوں اور باغیوں کی گھات میں ہے، جیسے شکاری شکار پر نظریں جمائے ہو۔ جہنم، سرکشوں کا ٹھکانا، جس میں وہ مدّتوں، مدت ہائے مدید پڑے رہیں گے۔ جب وہ جہنم میں وارد ہوں گے، اُس کے اندر کسی ٹھنڈی اور پینے کے قابل کسی چیز کا تصور ہی نہیں جو ان کی پیاس دور کر سکے، بس گرم گرم super heated کھولتا پانی اور زخموں کا دھوون، بدبودار پیپ اور خون اُن کے پینے کے لیے ہو گا کہ یہی اُن کے

---

۹۳ ان ساری چیزوں میں کیسی زبردست مطابقت ہے، کیسی ہم آہنگی ہے، انسانی ضروریات کو پوری کرنے کی کیسی زبردست مقصدیت ہے۔ سوچو ذرا کائنات میں ارب ہا ارب، کھرب ہا کھرب ایک سے ایک چیزیں اور معاملات ہیں، اس پورے کارخانے میں ان لا متناہی اور بے شمار چیزوں میں سے کوئی معاملہ کوئی تخلیق بے مقصد نہیں ہے اور یہ پورا کارخانہ بے مقصد ہے؟ واہ وا! کیا بے تکی سوچ ہے!! کائنات کی ہر چیز اپنی پیدائش کا ایک مقصد اور ایک انجام رکھتی ہے، کائنات میں جو محوری تخلیق یعنی انسان ہے اُس کا پیدا کرنے والے نے کوئی مقصد ہی نہیں رکھا! اور اگر کچھ ہے تو اُس کی کوئی نگرانی یا مانیٹرنگ، اُس کی کوئی جواب دہی نہیں! واہ وا! کیا بے تکی سوچ ہے!! کیسی فضول بات ہے جو یہ کہی جائے کہ موت بس انسان کا اختتام ہے، کیوں نہ ایک دن آئے جب نیکوں کو نیکی کا اور بدوں کو اُن کی برائیوں کا بدلہ نہ دیا جائے۔

کرتُوتوں کا بہت ہی مناسب بدلہ ہو گا۔ اس لیے کہ وہ ایسے دانش ور تھے کہ دنیا کے اندر اپنے اعمال کی
کسی پوچھ گچھ یا اُن کے حساب کتاب کی توقع نہ رکھتے تھے اور رسولوں نے جو اُنھیں ہماری آیات سُنائیں،
اُن
کو تو وہ خاطر ہی میں نہ لائے اور اُن کی بے دریغ تکذیب کی ۔ادھر حال یہ ہے کہ ہم نے اُن کی ایک ایک
چھوٹی بڑی فضول بات کو، ان کے استہزا کو اور رسولؐ کی ایک ایک ناقدری اور دل آزاری کو گن گن
کر لوحِ محفوظ میں ثبت کر رکھا ہے۔ دردناک عذاب اور دائمی رسوائی کو جھٹلانے والو! اب چکھو مزہ جہنم
کے ہر آن بڑھتے continuously accelarated عذاب کا۔ ہم پر واجب ہے کہ اس عذاب میں،
عذاب کے سوا کسی چیز کا ہر گز اضافہ نہ کریں۔........................ [مفہوم آیات ۱۸ تا ۳۰]

اِن بد نصیبوں کے انجامِ بد کے بر خلاف، اللہ سے ڈر کر زندگی گزارنے والوں کے لیے اُس دن
کام یابی کا ایک عالی مقام ہے، جہاں باغ، انگور، اور دل بہلانے کے لیے اُٹھتی جوانیوں والی ہم عمر کنواری
حوریں، اور اُن کی ہم نشینی میں پینے کے لیے چھلکتے ہوئے ٹھنڈے خوش گوار مشروب ہیں۔ وہاں کوئی
بے ہودہ اور فضول بات وہ نہ سُنیں گے۔ اے محمدؐ، یہ تمھارے رب کی طرف سے صلہ ہو گا اہلِ ایمان کے
لیے، زمین اور آسمانوں کے اور ان کے مابین ہر چیز کے مالک کی طرف سے، جس کے سامنے کسی کو بولنے
کا اور بغیر اجازت سفارش کا یارا تک نہیں۔........................ [مفہوم آیات ۳۱ تا ۳۶]

جس دن رُوح الامینؑ اور دیگر ملائکہ صف بستہ کھڑے ہوں گے، کوئی بات تک نہ کرے گا سوائے
اُس کے، جسے رحمٰن اجازت دے اور وہ بالکل ٹھیک بات کہے گا۔ سنو! یہ دن تو آنا ہے، سو آنا ہے، اب
جس کا جی چاہے نبیؐ کی بات [توحید، رسالت اور آخرت کے پیغام کو] قبول کر کے اپنے رب کی طرف
ٹھکانا بنا لے۔ ہم نے تم لوگوں کو قریب آ لگے عذاب سے آگاہ کر دیا اور اُس کی ہول ناکی سے ڈرا دیا ہے۔
جس دن [قیامت کے دن] آدمی اپنے ہاتھوں بھیجی کمائی نامہ اعمال میں دیکھے گا تو رسولوں کی باتوں کا
انکار کرنے والا پکار اُٹھے گا کہ کاش میں محض مٹی ہوتا!

☆☆☆☆

۲۱: سُوْرَۃُ النّٰزِعٰت [۷۹—۳۰: عَمَّ]

اہلِ مکہ فرشتوں پر یقین رکھتے تھے اور اُنھیں اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے اور جانتے تھے کہ اس

دنیامیں اللہ کے حکم کو فرشتے نافذ کرتے ہیں۔ اہلِ مکہ کی اسی سمجھ بوجھ کو دلیل بنا کر اس سورۃ میں کہا جارہا ہے کہ اللہ کی مرضی کو نافذ کرنے کے لیے فرشتوں کی سرگرمیاں شہادت دیتی ہیں کہ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے پس اللہ کی منشا کے مطابق قیامت اپنے وقت پر ضرور آئے گی۔ یہ شہادت اہلِ مکہ کے سامنے یہ سوال رکھتی ہے کہ وہ فرشتے کہ جو تمھاری رگ رگ سے زندگی کھینچنے کے فن میں طاق ہیں کیا وہ اللہ کے حکم سے یہ زندگی واپس نہیں ڈال سکتے۔ آج جو اس کائنات کے اتنے پیچیدہ نظام کو اللہ کی مرضی کے مطابق چلا رہے ہیں کیا وہ ایک ٹھوکر مار کے اس کائنات کو درہم برہم نہیں کر سکتے؟ نظام چلانے جیسے مشکل کام پر قادر، کیا توڑنے پھوڑنے جیسے آسان کام کو نہ کر سکیں گے؟ اللہ کے لیے تو یہ بس ایک معمولی سا کام ہے کہ وہ کائنات کو ایک ڈانٹ لگائے اور نظام درہم برہم ہو جائے پھر ایک آواز پر سارے گزرے ہوئے انسان واپس پلٹ آئیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شاہد ہیں اللہ کی جانب سے مامور کارکنانِ قضاو قدر[۹۴] کہ جو رگ رگ میں ڈوب کر انسان کی جان کو کھینچتے ہیں، اور جان نکالنے کے کمالِ فن کے ساتھ آہستگی سے روح قبض کر لیتے ہیں، اور وہ فرشتے بھی قیامت کی گواہی کے لیے کافی ہیں جو کائنات کے انتظام و انصرام میں سرگرمی سے متحرک رہتے ہیں، پھر اللہ کی مشئیت کو نافذ کرنے کے لیے سبقت کرتے ہیں اور یوں کائنات میں ہر لمحے اور ہر آن اس کا حکم اور مرضی نافذ رہتی ہے۔ فرشتوں کی یہ سرگرمیاں شہادت دیتی ہیں کہ قیامت کے معاملے میں اللہ کی مرضی و منشا اپنے وقت پر ضرور پوری ہو گی۔ لوگو! اُس دن سے ڈرو کہ جس دن زلزلے کے ایک جھٹکے سے دل دہل جائیں گے اور اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا پڑے گا[۹۵]، کتنے

۹۴ اس سورۃ میں قسم کس کی کھائی گئی ہے؟ کس بات سے قیامت کی شہادت پیش کی گئی ہے فرشتوں کی سرگرمیوں سے جیسا کہ متقدمین مفسرین کی غالب رائے ہے یا ہواؤں کی کارگزاریوں سے جیسا کہ صاحبِ تدبرِ قرآن جناب اصلاحیؒ کی رائے ہے؟ اُن کا یہ گمان اِس خیال کے تحت ہے کہ قسم صرف مبارک و مقدس چیزوں کی کھائی جاتی ہے متقدمین مفسّرین کی اکثریت کو فرشتوں کو مراد لینے کا تکلف کرنا پڑا، راقم کو مناسب محسوس نہیں ہوتا کیوں کہ فرشتوں کے بارے میں جو کچھ اہلِ مکہ کے عقائد و خیالات تھے اور جو ذمہ داریاں اور کام اس کائنات میں اللہ کے حکم سے یہ کارکنانِ قضاو قدر انجام دیتے ہیں اُن سے آج سے ڈیڑھ ہزار برس قبل مکہ میں بھی اور آج کی جدید دنیا میں بھی فی الواقع قیامت پر ایک پُرزور شہادت بنتی ہے نہ کہ یہ شہادت اُن کے تقدس سے اخذ کی گئی ہے!

۹۵ اس سے نفخۂ ثانی [دوسری مرتبہ صور کا پھونکا جانا] مراد ہے، جس کی آواز پر تمام مردے زندہ ہو جائیں گے۔

ہی دل ہوں گے، جو اُس روز خوف سے لرز رہے ہوں گے اور نگاہیں فرطِ خوف سے جھکی ہوئی ہوں گی۔
منکرینِ قیامت، دنیا میں مرنے کے بعد کسی بھی زندگی کا انکار کرتے ہوئے مذاقاً پوچھتے ہیں کہ: کیا واقعی جب ہم خستہ اور بوسیدہ ہڈیاں بن چکے ہوں گے تو روزِ حشر ہم اپنی اس دنیا والی پہلی حالت پر لوٹائے جائیں

گے؟ یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ .... پھر خود ہی کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہوا: [کیوں کہ جانتے ہیں کہ زندگی بعد موت، حساب کتاب ہوا] تو یہ لوٹایا جانا تو پھر بڑے ہی نقصان کا ہوگا!
سنو! اس میں حیرت کی کیا بات ہے روزِ قیامت تو بس ایک زور کی ڈانٹ ہوگی اور دفعتاً سب اگلے پچھلے کُھلے میدان حشر میں آموجود ہوں گے۔............................. [مفہوم آیات ۱۰ تا ۱۴]

نزولِ قرآن کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی سابق نبی کا تذکرہ

اگلی آیات میں قرآن مجید میں سابقہ انبیا میں سے کسی بھی نبی کا پہلی مرتبہ تذکرہ آرہا ہے یہ نبوت کا تیسرا برس اپنے اختتام کی جانب بڑھ رہا ہے۔ آنے والے دنوں میں موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ متعدد بار مزید آئے گا۔ ہر جگہ یہ تذکرہ اپنے موقع محل کے لحاظ سے نصیحت اور عبرت کا سامان لیے ہوتا ہے، جسے کسی مناسب مقام پر یک جا بیان کرنا سودمند ہوگا۔ اس سورۃ میں اہلِ مکہ کو فرعون کے انجام سے عبرت دلائی جارہی ہے۔ فرمایا گیا کہ: موسیٰ علیہ السلام نے سرکش فرعون سے کہا کہ پاکیزگی اختیار کر مگر اُس نے جھٹلایا اور بولا میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں آخر کار اللہ نے اُسے برباد کردیا۔ پورا قصّہ بڑے اختصار کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

اچھا سنو! کیا تمھیں موسیٰؑ کی سرگزشت بھی کچھ معلوم ہوئی ہے؟ جب اس کے رب نے اُسے وادیٔ مقدّس طُویٰ میں پُکارا اور حکم دیا: فرعون کے پاس جاؤ، وہ بڑا طاغی سرکش ہوگیا ہے، اُس سے دریافت کرو کہ کیا وہ پاکیزگی اختیار کرنے اور سُدھرنے کے لیے تیار ہے؟ اور کیا وہ اس بات کے لیے آمادہ ہے کہ میں تم کو تیرے رب کی راہ دکھاؤں تو اللہ کا خوف تیرے دل میں پیدا ہو؟

موسیٰؑ نے تعمیلِ حکم کی اور فرعون کے پاس جا کر عصا کے سانپ بن جانے کی ایک بڑی نشانی دکھائی، مگر فرعون نے بات نہ مانی اور موسیٰؑ کی رسالت کو جھٹلا دیا اور نہیں مانا، پھر موسیٰؑ کو نیچا دکھانے

کے لیے اُلٹی سیدھی تدبیریں اور سازشیں کرنے کے لیے پلٹا اور لوگوں کے مجمع میں اُس نے پکار کر کہا: تمھارا سب سے بڑا رب تو میں ہوں! انجامِ کار اللہ نے اُسے دنیا اور آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا۔ لوگو! در حقیقت اِس سر گزشت میں بڑی عبرت ہے ہر اُس فرد و بشر کے لیے جو اللہ سے ڈرے۔ ....
.... [مفہوم آیات ۱۵تا۲۶]

اہلِ مکہ کو تذکیر وانذار کے دوران، انھی مقاصد کی خاطر فرعون کے انجام سے عبرت دلانے کے بعد گفتگو کا سلسلہ جہاں سے ٹوٹا تھا وہیں سے پھر جڑتا ہے۔ بتایا جارہا ہے کہ سوچو ذرا تمھارا پیدا کرنا اور وہ بھی بارِ دیگر، کیوں کر مشکل ہو سکتا ہے جب کہ وہ تمھاری حقیر سی ذات سے کہیں بڑی چیزیں اس سارے نظامِ کائنات کو برپا کرنے کے لیے پیدا کر چکا ہے۔

تم لوگ نہیں مانتے تو بتاؤ، کیا تم لوگوں کو بنانا زیادہ مشکل کام ہے یا آسمان کو؟ اللہ نے اُس کو اُٹھایا، اُس کی چھت کو خُوب بلند کیا پھر اُس کو نک سک سے درست کیا، اور تاریک بنادیا اُس کی رات کو کہ ڈھانکے اور روشن بنایا اُس کا دن کہ ہر چیز ظاہر ہو۔ آسمان کی تخلیق کے بعد زمین کو اس نے ہموار کیا، سامانِ زیست خصوصاً حیاتِ انسانی کے لیے اُس کے اندر سے پانی نکالا اور سبزہ وچارا نکالا جو اس پر نظر آتا ہے، اور اس زمین میں بے شمار حکمتوں کے ساتھ بلند و بالا پہاڑ گاڑ دیے۔ یہ سب کچھ تمھارے لیے کیا اور تمھارے مویشیوں کی ضروریات کو پوری کرنے کے لیے کیا۔ .... [مفہوم آیات ۲۷تا۳۳]

آگے بیان ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ جس کی پیدائش کا ہم نے تذکرہ کیا قیامت کے دن تباہ کر دیا جائے گا۔ پھر ہر وہ شخص جس نے اس دنیا میں سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی ہوگی، دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا اور جس شخص نے اپنے رب کے سامنے جواب دہی کے خوف سے ہوائے نفس کو قابو کیا، جنت اُس کا مقام وانعام ہوگی۔ قیامت پر اس سارے استدلال کا کوئی جواب نہیں بن پڑتا تو منکرینِ قیامت پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ ذرا اس کی تاریخ تو بتادو! اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے کہتے ہیں کہ اِن کو بتاؤ کہ میں قیامت کی تاریخ بتانے کے لیے نہیں بلکہ قیامت سے ڈرانے کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں اور نہ ہی مجھے اس بات کا کوئی علم ہے، اِس غیب کی بات کا علم تو بس اللہ ہی کو ہے!

پس جب وہ آفتِ عظیم، آخرت کا دہلا دینے والا ہنگامہ برپا ہوگا فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى تو یہ سب آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے درہم برہم ہو جائے گا، اُس روز انسان اِس دنیا میں جو کچھ بھاگ

دوڑ اُس نے کی تھی، اُس سب کو یاد کرے گا، اور ہر دیکھنے والے کے لیے دوزخ بے نقاب کر دی جائے گی اور وہ اپنے رب کے حکم کی منتظر ہو گی۔ تو جس نے اللہ کے رسولوں کی لائی ہوئی ہدایت سے بے رخی برتی تھی، دنیا کی لذتوں کو آخرت کی فکر پر ترجیح دی تھی اور آخرت اور اُس کے لیے عمل کو فراموش کر دیا تھا، جہنم ہی اس کا ٹھکانا بنے گا۔ برخلاف اِس کے، جس نے اپنے رب کے سامنے پیش ہونے کے ڈر اور خوف کو ہر معاملے میں اپنے سامنے رکھا اور خواہشاتِ نفس کا غلام نہ بنا، جنّت اس کا مقام وانعام ہو گی۔... [مفہوم آیات ۳۴ تا ۴۱]

اے محمدؐ! قیامت کو جھٹلانے والے یہ لوگ تم سے یوں پوچھتے ہیں کہ بہت ہو گیا سنتے سنتے اس قیامت کی گھڑی کے بارے میں آخر وہ کب برپا ہو گی؟ تمھیں اُس کے وقت سے کیا سروکار؟ اس کا علم تو صرف اور صرف اللہ ہی کو ہے۔ اے محمدؐ! نہ تمھیں اس کا علم ہے اور نہ تم اس کا وقت بتانے پر مامور کیے گئے ہو۔ تم تو بس اُن لوگوں کو خبردار کرنے والے ہو جو اُس سے ڈریں۔ جس دن یہ لوگ قیامت کو دیکھیں گے تو انھیں یہ گمان ہو گا کہ دنیا سے یہاں تک پہنچنے میں یا مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے میں وقفہ بس ہر گز ایک صبح یا ایک شام سے زیادہ نہ تھا۔................ [مفہوم آیات ۴۲ تا ۴۶]

☆☆☆☆

۲۲: سُوْرَةُ التَّكْوِيْر [۸۱—۳۰: عَمَّ]

سُوْرَةُ التَّكْوِيْر اور اس کے بعد نازل ہونے والی سُوْرَةُ الْاِنْفِطَار قرآن مجید کی اُن چند معرکہ آرا سورتوں میں سے ہیں جن میں قیامت کے ہول کا انتہائی پُر اثر نقشہ کھینچا گیا ہے۔ قیامت تو ہو گی ہی ایسی ہول ناک کہ کسی انسانی زبان میں اُس کی ہول ناکی کا احاطہ ہی نہیں کیا جا سکتا، تاہم خود اللہ تبارک و تعالیٰ جیسی کہ وہ بیان کی قدرت رکھتے ہیں اور واقف ہیں اپنے بندوں کی استطاعت سے اور سمجھنے و سننے کی قوتِ برداشت سے، قیامت کے دن پیش آنے والے اختتامِ کائنات کے ہول ناک مناظر کو پُراثر انداز میں پیش کر رہے ہیں۔ اس منظر کشی کے بعد اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ اُس دن ظالم سے ظلم کی پوچھ گچھ ہو گی، انسان جان لے گا کہ وہ دنیا کی زندگی سے آخرت میں کیا لے کر آیا ہے، یہ بات ذہن نشین کرائی جا رہی ہے کہ یہ محمد ﷺ کے ذہن و خیال میں کوئی شیطانی الہام نہیں ہے بلکہ آپ نے جبریلِ امین (روح الامین) کو اپنی آنکھوں سے افق پر دیکھا اور انھوں نے یہ غیب کی باتیں اُن پر القا کی ہیں۔

نزول پر کام کرنے والے علماءاس سورہ کی ابتدائی ۱۴ آیتوں کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ یہ نبوت کے پہلے سال میں نازل ہوئی ہوں گی اور باقی تمام تیسرے سال کے آخر میں۔ مصنف کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اِس کتاب کے قارئین کو یہ ایک کامل ہم آہنگ مختصر سورۃ، کتاب میں، دو مختلف مقامات پر کافی صفحات کے فاصلے سے سمجھنے میں مشکل پیش آسکتی ہے چناں چہ ہم نے اس کا تذکرہ پہلے سال میں نازل ہونے والے اجزائے قرآن کے بجائے تیسرے سال کے اجزا کے ہم راہ پوری سورۃ کا ایک جاہی مطالعہ مناسب جانا ہے۔ ہمارے لیے یہ اس لیے آسان اور ممکن ہے کہ نبوت کے پہلے سال کے دوران اور تیسرے سال کے دوران حالات میں کوئی فرق نہیں تھا سوائے مسلمانوں کی عددی قوت میں، وگرنہ تعداد تو پہلے سال کے آخر میں بھی بہت کم تھی اور تیسرے سال کے آخر میں بھی، اگرچہ کچھ اضافہ ہو گیا تھا، تاہم کفار کی تعداد کے مقابلے میں کوئی نسبت دونوں جگہ یکساں ہی تھی۔ دعوتِ عام چوں کہ شروع نہیں ہوئی تھی اس لیے کسی مخالفت، اعتراضات یا موانع کا سامنا نہیں تھا۔

اس سورت [تَّكۡوِيرِ] کے مضامین اتنے آسان اور اتنے واضح ہیں کہ توضیحی اشارات کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی ہے، بات کو مفہوم ہی کے اندر کم ترین الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ جب کائنات کو حرارت و روشنی پہنچانے والا گرم و روشن سورج، بجھا کر ٹھنڈا اور تاریک کر دیا جائے گا، اور جب تارے ماند پڑ جائیں گے، اور جب پہاڑ قیامت کی چکی میں توڑنے پھوڑنے کے لیے لے جائے جا رہے ہوں گے، اور جب لوگ اپنی قیمتی اور محبوب ترین اشیا کا خیال چھوڑ دیں گے تو دس مہینے کی حاملہ اُونٹنیاں جیسی قیمتی چیزیں[96] بھی اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی، اور جب سارے وحشی جانور قیامت کے زلزلے اور حادثۂ عظیم کے شور سے ہیبت زدہ ہو کر اپنی درندگی فراموش کر دیں گے اور ایک جگہ دبک کر اکٹھے ہو جائیں گے، اور جب سمندر میں آگ لگا دی جائے گی اور وہ جلتے ہوئے فیول کے الاؤ بن جائیں گے۔ پھر وہ وقت آجائے گا کہ زمین پر پیدا ہونے والے تمام انسانوں کے گم شدہ اور پراگندہ

۹۶ آج سے کم و بیش ڈیڑھ ہزار برس قبل جب قرآن نازل ہو رہا تھا، دس ماہ کی حاملہ اونٹنی ایک بڑا سرمایہ اور دولت تھی۔ قرآن مجید اگرچہ رہتی دنیا تک کے انسانوں اور اُن کے معاشروں کے لیے ہے مگر نزول کے وقت جو چیزیں رائج تھیں اور جو باتیں اور تمثیلات سمجھی جاتی تھیں اُن ہی میں بات کی گئی تا کہ سمجھ میں آسکے۔

اور منتشر مُردہ اجسام سے اُن کی روحیں جوڑدی جائیں تاکہ سب اپنے اپنے کارنامہ زندگی کا حساب دینے کے لیے زندہ ہوکر حاضر ہوں اور پھر ایک ایک ظلم وزیادتی کا حساب لیا جائے گا تو ظلم کا شکار زندہ گاڑی [97] ہوئی لڑکی تک سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قُصور میں ماری گئی تھی؟ یہ وہ مرحلہ ہوگا جب لوگوں کے

اعمال کے رجسٹر کھولے جائیں گے اور اُن کا سارا کچا چٹھا اُن کے سامنے آجائے گا۔ اور [اِس دنیا والوں کی نظروں سے] عالمِ غیب کو چھپائے رکھنے والے آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا، اور بدکاروں و نافرمانوں کو کھرب ہا کھرب برسوں اُن کے استقبال کے لیے دہکائی گئی جہنّم نظر آئے گی، اور

اسی طرح جنّت نیکوکاروں کے اکرام کے لیے اُن کے سامنے پیش کردی جائے گی، اُس وقت ہر شخص یہ جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝۱۴ .... [مفہوم آیات ۱ تا ۱۴]

لوگو! تمھارے یہ خیالات اور گمان کہ مرے پیچھے نہ اُٹھائے جاؤ گے سراسر غلط ہیں، میں گواہی کے لیے پیش کرتا ہوں رات کو پلٹنے والے اور دن کو چھُپ جانے والے تاروں کی، اور اُس حسین ساعت کی کہ جب رات رخصت ہو رہی ہوتی ہے اور صبح اپنی پیدائش پر پہلی سانس لیتی ہے [لوگو! ان تاروں اور رات و صبح کو پیدا کرنے والی ایک عظیم مدبر ہستی ہے، جو عرش بریں بادشاہِ حقیقی ہے، اُس سے یہ بعید ہے کہ عدل نہ کرے اور مرے پیچھے دوبارہ سارے انسانوں کو حساب کتاب کے لیے اکٹھا نہ کرے]۔

لوگو! اللہ کا یہ رسول اس شہرِ مکہ میں جو تمھیں دعوتِ ایمان دے رہا ہے کوئی اپنے دل سے گھڑ کر یا کہیں سے سن سنا کر تمھیں نہیں سنا رہا۔ یہ فی الواقع ایک بزرگ پیغام بر فرشتے روح الامین کا لایا ہوا کلام ہے جو بہت دیانت دار اور پیغام بری کی صلاحیت رکھتا ہے، عرش بریں بادشاہِ حقیقی کے ہاں بلند مرتبہ والا ہے، اُس کی عظمت کا عالم یہ ہے کہ وہاں نظم و نسق کے لیے اُس کا حکم مانا جاتا ہے، وہ بااعتماد ہے۔ اور اے اہلِ مکّہ تمھارا ہم قوم و ہم وطن، صادق و امین دل نواز رفیق و ہم نشین عالمِ جنون میں کچھ نہیں کہہ رہا بلکہ، اُس نے اُس بزرگ پیغام بر فرشتے روح الامین کو کھُلے اُفق پر اپنی آنکھوں سے حالتِ ہوش میں دیکھا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ وہ غَیب کے اِس علم کو جو اُسے لوگوں تک پہنچانے کے لیے دیا

۹۷ عرب جاہلی میں بعض سنگ دل باپ کبھی فقر کے اندیشے سے اور کبھی اس غیرت میں کہ کوئی شخص اُن کا داماد بنے گا، اپنی بیٹیوں کو زندہ قبروں میں دفن کردیتے تھے۔ یہ اُس ہی جاہلیت کی طرف اشارہ ہے۔

گیا ہے بلا کم و بیش پہنچانے کے معاملے میں بخیل نہیں ہے۔ نادانو! اے اہلِ مکہ حق کو پہچانو، اس لیے ہر گز نہیں، یہ کسی شیطانِ مردود کا کلام نہیں ہے۔ کیوں نہیں سنتے اور مانتے! تم لوگ کدھر چلے جا رہے ہو؟ تمھارے دل میں یہ بات کیسے آئی اور تمھاری عقل کہاں چلی گئی کہ تم نے حق کو بمنزلہ جھوٹ قرار دے دیا۔ یہ کلام مجید تو سارے جہان کے انسانوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ در حقیقت تم میں سے ہر اُس آدمی کے لیے نصیحت ہے، جو صحیح رویہ اختیار کرنا چاہتا ہو اور یاد رکھو کہ تمھارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا، اللہ اپنے علم اور اپنی حکمت کی بنیاد پر جانتا ہے کہ کس کو [اُس کی نیک نیتی اور اخلاص کی بنیاد پر] ایمان کی نعمت ملنی چاہیے۔ پس کوئی ایمان نہیں لائے گا، جب تک اللہ رب العالمین نہ چاہے۔ [مفہوم آیات ۱۵ تا ۲۹]

☆☆☆☆

۲۲: سُوْرَةُ الْاِنْفِطَار [۸۲–۳۰: عَمَّ]

اللہ تعالیٰ نے اب جبریل امینؑ کے ذریعے سُوْرَةُ التَّكْوِيْر کے بعد سُوْرَةُ الْاِنْفِطَار لے کر تشریف لائے ہیں۔ سُوْرَةُ التَّكْوِيْر کی مانند اس سورہ کی بھی ابتدائی آیات کی اندرونی شہادت یہی ہے کہ اس کی اولین [ابتدائی ۸] آیات نبوت کے پہلے سال میں نازل ہوئی ہوں اور بقایا تیسرے سال کے آخر میں۔ ہم تفہیم کی آسانی کی خاطر پوری سورۃ ایک ساتھ بیان کر رہے ہیں۔ سورہ تکویر کی مانند یہاں بھی مضامین آسان اور اتنے واضح ہیں کہ زیادہ توضیحی اشارات کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی ہے، بات کو مفہوم ہی کے اندر کم سے کم الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جب قیامت کا حادثہ عظیم جس سے تمھیں ڈرایا جا رہا ہے واقع ہوگا تو زمین پر تنی آسمان کی چھت پھٹ جائے گی کائنات میں موجود لا تعداد اور بے شمار تارے بکھر جائیں گے اور اُن کا حسن و جمال ضائع ہو جائے گا، اور جب سمندر بھی دھماکے سے پھاڑ کر اڑا دیے جائیں گے، یہ وہ وقت ہوگا کہ جب زمین میں بکھرے سارے انسانوں کے اجسام اپنی جائے قرار جگہوں (قبروں) سے زندہ نکال پھینکے جائیں گے، اُس وقت ہر فرد و بشر کو حیاتِ دنیا میں اُس کا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا کہ اُس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔ اے انسان، تو اس حقیقت کو نہیں مانتا؟ تعجب ہے، کس چیز نے تجھے اپنے اُس رحیم و کریم رب کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا [کہ تو اُسے بھلا بیٹھا ہے اور گمان نہیں کرتا کہ اُس کی رحمت اور کرم ہی کا تقاضا ہے کہ عدل کرے اور مرے پیچھے لوگوں کو اُٹھائے، نیکو

کاروں کو اجر اور بدکار نافرمانوں کو سزا دے] جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے نِک سُک سے درست کیا، تجھے متناسب بنایا، اور جس شکل وصورت میں چاہا تجھ کو ڈیزائن کیا؟ .... [مفہوم آیات ۱تا۸]

اُس دن کے بارے میں جو کچھ تم کہتے ہو، اُس کی ہر گز کوئی بنیاد نہیں ہے بلکہ تمھارے اس دھوکے میں پڑنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم جزا کو جھُٹلاتے ہو، حالاں کہ تم پر نگراں مقرر ہیں، جو ایسے بااعتماد، دیانت دار اپنے کام سے واقف معزز کاتب ہیں جو سب کچھ جانتے ہیں جو بھی تم کرتے ہو۔

یقیناً نیکو کار عیش اور مزے میں ہوں گے اور بلا شبہ ناب کار و بدکار جنھوں نے اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق میں کوتاہی کی جہنّم میں جائیں گے۔ جزا کے دن اس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ ہر گز اس انجام سے بچ کر کہیں غائب نہ ہو سکیں گے۔ اور جزا کے دن کو تم کیا سمجھے؟

بتاؤ! تمھارا یومِ جزا کے بارے میں کیا اندازہ ہے؟ یہ وہ دن ہو گا، جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے لیے کچھ نہ کر سکے گا خواہ وہ اُس کا قریبی رشتہ دار یا مخلص دوست ہی کیوں نہ ہو۔ ہر معاملے کے فیصلے کا سارا اختیار، اُس دن صرف اور صرف اللہ کے پاس ہو گا۔ وہی بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اور مظلوم کا حق ظالموں سے لے کر دے گا............................[مفہوم آیات ۹تا۱۹]

۲۴: سُوْرَۃُ الرَّحْمٰن [۵۵ — ۲۷: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ]

یہ سورہ فصاحت وبلاغت سے بھرپور ایک پُر جوش خطبہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بے شمار عجوبوں میں سے کچھ عجوبوں، اور اس کی عطا کردہ نعمتوں میں سے چند نعمتوں، اور اس کی سلطانی وقہاری کے مظاہر میں سے چند مظاہر، اور اس کی جزا وسزا کی تفصیلات میں سے چند تفاصیل کو بیان کرتے ہوئے ہر بار اللہ تعالیٰ جن وانس سے سوال کرتے ہیں کہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰان۔ یوں اپنے بیان کے پسِ منظر میں یہ سوال ہر جگہ ایک جداگانہ مفہوم رکھتا ہے[۹۸]۔

مسند احمد میں مذکور اسمأ بنت ابو بکرؓ کے بیان کے مطابق کعبے میں مشرکین نے رسول اللہ ﷺ

---

۹۸ سُوْرَۃُ الرَّحْمٰن کا یہ تعارفی پیرا تفہیم القرآن کے تعارفی بیان سے مماثل ہے سوائے اس خیال کے اظہار کے کہ اللہ کی ایک ایک قدرت، نعمت اور سلطانی وقہاری کے بیان کے لیے تو سات سمندروں سے بنی سیاہی ناکافی ہے۔ لہٰذا چند پر اکتفا کیا ہے۔

کو سُوْرَةُ الرَّحْمٰن تلاوت کرتے سنا اور یہ اُس وقت کی بات ہے جب سُوْرَةُ الْحِجْر کی دعوتِ عام والی آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ابھی نازل نہیں ہوئی تھی۔اِس بناپر اِس سورہ کو ہم نے پہلے تین برس کی آخری سورۃ کے طور پر لیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رحمٰن نے اِس قرآن کی اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے۔اِس لیے کہ اُس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے مافی الضمیر کو بیان کرنا سکھایا۔

تم نشانی چاہتے ہو تو دیکھو! سورج اور چاند اپنی گردش میں، اللہ کے بنائے ہوئے ایک ضابطے /فارمولے کے پابند ہیں اور کیا اجرامِ فلکی اور کیا زمین پر اُگنے والے درخت، سب ہی اللہ کو سجدہ کرتے ہیں! اُسی نے آسمان کو بلند کیا اور میزان cosmic balance رکھی کہ اپنے دائرہ اختیار میں تم بھی میزان میں خلل نہ ڈالو یعنی کاروباری معاملات میں، انصاف کا دامن نہ چھوڑو۔ ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔.......................................[مفہوم آیات ۱ تا ۹]

زمین کو اس نے اپنی ساری مخلوقات کے لیے بچھایا ہے۔اس میں نوع بہ نوع میوے ہیں۔ کھجور کے درخت ہیں، جس کا پھل تو دیکھو کتنی عمدہ پیکنگ [غلاف] میں ہے۔اسی طرح کئی قسم کے غلے ہیں، جن میں بھوسا بھی ہوتا ہے اور دانے بھی۔پس اے جنو اور انسانوں! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ....[مفہوم آیات ۱۰ تا ۱۳]

انسان کے جدِامجد آدمؑ کو سڑے ہوئے گارے سے بنایا جو سوکھ کر مٹی کی ٹھیکری کی طرح ہو گیا تھا اور جنوں کے باپ ابلیس کو آگ کی لپٹ سے تخلیق کیا، پس اے جن و انس، تم اپنے رب کی کن کن عنایتوں کو نظرانداز کروگے؟ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ....[مفہوم آیات ۱۴تا۱۶]

مشرق کے دونوں اطراف کا اور مغرب کے بھی دونوں اطراف کا مالک اور پروردگار وہی ایک وحدہ لاشریک ہے، پس اے جن و انس تم اپنے رب کی کس کس عظمت کو تسلیم نہ کروگے؟ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ..[مفہوم آیات ۱۷تا۱۸]

دو بہتے کھارے اور شیریں دریاؤں کو اس نے باہم ملایا، دونوں ساتھ رواں ہیں پھر بھی ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔پس اے جن و انس تم اپنے رب کے کس کس کمال کا اعتراف نہ کروگے؟ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ....[مفہوم آیات ۱۹تا۲۱]

ان دونوں ہی سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں پس اے جن وانس تم اپنے رب کی قدرت کی کس کس صنّاعی پر غور نہ کروگے؟ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰان ....[مفہوم آیات ۲۲ تا ۲۳]

اور اسی کے ہیں اختیار میں سمندروں کے سینے پر پہاڑوں کی مانند اونچے اُٹھے ہوئے جہاز، چاہے تَرائے چاہے ڈُوبائے۔ پس اے جن وانس، تم اپنے رب کی کس کس کاری گری کو تسلیم نہ کروگے؟ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰان .... [مفہوم آیات ۲۴ تا ۲۵]

زمین کی تمام چیزیں؛ انسان، جنات، جانور اور تمام مخلوقات فنا اور ہلاک ہو جائیں گے، بس باقی رہنے والی لا فانی تو بس، تیرے ربِّ جلیل کی ایک ہی ذات ہے۔ پس، اے جن وانس، تم اپنے رب کی ذاتی، کن کن صفات کو کیوں کر جھٹلاؤگے؟ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰان ....[مفہوم آیات ۲۶ تا ۲۸]

ہر لمحے اور ہر آن سب اُسی سے اپنی حاجتیں طلب کر رہے ہیں، جو بھی ہیں زمین اور آسمانوں میں، تمام مخلوق اُس کی محتاج ہے۔ سو ہر آن وہ نئی شان میں ہے۔ پس اے جن وانس، تم اپنے رب کی کن کن شانوں کو بھول جاؤگے؟ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰان ....[مفہوم آیات ۲۹ تا ۳۰]

[خطاب ہے جھٹلانے والے جن وانس کی جانب] اے زمین پر مسلّط دو (۲) بُوجھو، بہت جلد تمھاری مہلتِ عمل ختم ہوا چاہتی ہے اور ہم تم سے بازپرس کرنے کے لیے فارغ ہوئے جاتے ہیں، (پھر دیکھیں گے کہ تم اپنے رب کو کیسے کیسے جھٹلاؤگے؟)۔ اے گروہ جن وانس تمھیں کوئی راستا ملتا ہے جہاں سے تم اللہ کی بادشاہت سے نکل بھاگو، تو تم نکل بھاگو۔ سنو، زمین اور آسمان کی سرحدوں سے نہ نکل سکو گے۔ اس کے لیے تو رب ہی کی اجازت و توفیق چاہیے۔ پس تم اپنے رب کے کن کن اختیارات و قدرتوں کا انکار کروگے؟ بھاگنے کی کوشش کروگے تو تم پر مارے جائیں گے آگ کے شعلے اور تانبے کے گولے [siderolites!] تو تم مقابلہ نہ کر پاؤگے۔ اے جن وانس سوچو ذرا، تم اپنے رب کے کس کس انتظام کو فراموش کروگے؟ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰان .....[مفہوم آیات ۳۱ تا ۳۶]

پھر کیا عالم ہوگا اُس وقت جب آسمان پھٹے گا اور اُتری ہوئی کھال کی مانند سرخ ہو جائے گا؟ اے جن وانس اس وقت تم کیوں کر آخرت کو برپا کرنے کی قدرت کو جھٹلاؤگے؟ [مفہوم آیات ۳۷ تا ۳۸]

اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہ کی بابت تحقیق و تفتیش کی ضرورت ہی نہ ہوگی، اور دیکھ

لیا جائے گا کہ تم دونوں گروہ رب کے انعامات واحسانات کا کس طرح انکار کرتے ہو۔ مجرم وہاں اپنے چہروں پر لکھی علامتوں سے پہچان لیے جائیں گے، پھر انھیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے گھسیٹا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیے جائیں گے، تو اس وقت تم اپنے رب کی طاقتوں کو کیسے جھٹلاؤ گے؟ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن....اُس وقت آوازہ بلند ہو گا کہ یہ وہی جہنم ہے، جس کی مجرمین تکذیب کرتے تھے۔اب وہ اسی جہنم اور اس کے کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گھمائے جاتے رہیں گے،اُن کی عمریں اسی گردش میں بیت جائیں گی۔ پھر اپنے رب کی طاقت وقدرت کو تم کیسے جھٹلاؤ گے؟فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن .

.... [مفہوم آیات ۳۹تا ۴۵]

ان ناہنجاروں کے مقابلے میں فرماں بردار لوگوں کا معاملہ یہ ہو گا کہ ہر وہ کوئی جو اپنے رب کے حضور پیشی کا خوف رکھتا تھا اُس کے لیے دو باغ ہیں۔اُس وقت حسرت سے اپنا سر پیٹو گے یا ہماری نعمتوں کا انکار کرو گے؟ سرسبز وشاداب بے شمار ڈالیوں سے بھرپور۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن ؟

ہر باغ میں دو چشمے جاری۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن؟......

دونوں باغوں میں ہر میوے کی نوع بہ نوع قسمیں۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن؟.....

جنتی لوگ ایسے قالینوں پر ٹیک لگا کے بیٹھیں گے جن کے استر دبیز ریشم واستبرق کے ہوں گے،اور دونوں باغوں کی پھلوں سے لدی ڈالیاں وزن اُٹھائے جھکی ہوں گی۔فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن؟

ان نعمتوں کے درمیان شرمیلی نگاہوں والی حوریں ہوں گی، جنھیں ان جنتیوں سے پہلے کسی انسان یا جن نے ہاتھ نہ لگایا ہو گا۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن؟

وہ حوریں ایسی حسین جیسے ہیرے اور یاقوت۔فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن؟....

نیکی کا بدلہ تو احسان کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔پھر اے جن وانس،فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن ؟

اور ان دو باغوں کے سوا دو باغ اور بھی ہیں۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن؟

....گھنے سرسبزی سے سیاہی مائل باغ۔فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن؟......

پھر ان دونوں باغوں میں دو چشمے فواروں کی طرح ابلتے ہوئے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن ؟....

ان میں میوے ہی میوے اور کھجوریں اور انار۔فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن؟...

ان میں خوب سیرت اور حسین بیویاں۔فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن؟.......

خیموں میں رہنے والی حوریں۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن ؟

ان جنتیوں سے پہلے کسی انسان یا جن نے ان کو ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن؟

وہ جنتی نادر سبز قالینوں پر تکیوں سے ٹیک لگا کے بیٹھیں گے۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن؟....

بڑا ہی بابرکت ہے تیرے جلیل و کریم رب کا نام۔فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن..............

....[مفہوم آیات ۶۲تا ۷۸]

نبوت کے دوسرے اور تیسرے برس کے دوران کارِ تبلیغ و تربیت

ذیل میں ہم نبوت کے دوسرے اور تیسرے برسوں میں ایمان لانے والے ۹۹ مبارک افراد کے نام بلحاظ حروفِ تہجی (Alphabetical Order) درج کر رہے ہیں۔ اس سے قبل ساتویں باب میں (صفحہ ۱۰۸ پر) پہلے سال میں ایمان لانے والے ۵۱ سابقون الاوّلون ہستیوں کے نام بلحاظ سبقت فی الایمان درج کیے جا چکے ہیں۔ اس طرح ان تین برسوں میں ایمان لانے والے بالغ افراد کی کل تعداد ۱۵۰ ہو جاتی ہے (ان ۱۵۰ میں بچے شامل نہیں ہیں)۔

نبوت کے پہلے تین برسوں میں تبلیغ کے کام کی حکمتِ عملی (Strategy)

نبوت کے پہلے تین برسوں میں تبلیغ کا کام کعبے میں، بازاروں اور عام جگہوں پر مہم کی شکل میں نہیں انجام دیا گیا اور نہ ہی کھلے بندوں بتوں کی اور رائج الوقت تہذیب کی مذمت کی گئی۔ پہلے برس میں جو اِکیاون (۵۱) لوگ ایمان لائے تھے دوسرے اور تیسرے سالوں میں انھی چراغوں سے یہ مزید ننانوے (۹۹) چراغ انفرادی رابطوں کے ذریعے اسلام کی دعوت دینے سے جلے۔ قبول کرنے والے بیش تر وہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں تھیں جو اپنے قبیلوں کی آنکھ کا تارا، فہم و فراست میں ممتاز اور کردار میں ایسے پسندیدہ تھے کہ اِن کے ساتھ کاروبار میں شرکت اور رشتہ داری کی تمنا کی جاتی اور جن کی سفارشیں قبول اور جن کی باتوں پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ [جدول کے بعد صفحہ ۱۶۷ پر گفتگو جاری ہے]۔

جدول ۸- ۲ دوسرے اور تیسرے برس میں نبی ﷺ پر ایمان لانے والے مبارک افراد

اصحاب النبی ﷺ کے اسمائے گرامی بہ اعتبارِ حروفِ تہجی	قبیلہ	تعداد
ابن ام مکتومؓ	بنی عامر بن لوی	۱
ابو احمدؓ بن جحش نبی ﷺ کی پھوپھی امیہ بنت عبد المطّلب کے بیٹے اور ام المؤمنین سیّدۃ زینبؓ کے بھائی	خلفائے بنی امیہ	۱
ابو سبرہؓ بن ابی رھم (نبی ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے) ان کی بیوی ام کلثومؓ بنت سہیل بن عمرو (ابو جندل کی بہن)	بنی عامر بن لوی	۲
ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ اور ان کی بیوی سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو	بنی عبد شمس	۲
ابو فکیھہ رضی اللہ عنہ یسارا الجہمی (صفوان بن امیہ کے آزاد کردہ غلام)	مظلوم طبقات	۱
اروائیؓ بنت عبد المطّلب (نبی ﷺ کی پھوپھی) اور ان کے بیٹے طلیبؓ بن عمیر	بنی ھاشم	۲
اسودؓ بن نوفل	بنی اسد	۱
أم ایمن برکۃ حبشیہ، حضرت عباس بن عبد المطّلب کی بیوی أم الفضل لبابہ الکبریٰ بنت حارث ہلالیہ	غیر قریش	۲
ام عبیسؓ (بنی تیم بن مرہ یا بنی زہرہ کی لونڈی)	مظلوم طبقات	۱
بلالؓ بن رباح (یہ امیہ بن حلف کے غلام تھے) ان کی والدہ حمامہؓ	مظلوم طبقات	۲
جعفرؓ بن ابی طالب اور اُن کی بیوی اسماؓ بنت عمیس خثعمیہ (غیر قریش)	بنی ھاشم	۲
جہمؓ بن قیس	بنی عبد الدار	۱
حارثؓ بن خالد	بنی تیم	۱
حارثؓ بن سعید	بنی فھر بن مالك	۱
حارثؓ بن قیص اور اُن کے دو بیٹے بشیر بن حارثؓ اور معمر بن حارثؓ	بنی سھم	۳
حارثؓ کے چھ بیٹے ابو قیس بن حارثؓ، عبد اللہ بن حارثؓ، سائب بن	بنی سھم	٦

حارثؓ، حجاج بن حارثؓ، بشر بن حارثؓ اور سعید بن حارثؓ		
حاطب بن حارث جحمی کی بیوی فاطمہ بنت مجلل، اور ان کے بھائی	بنی جحم	۲
خالدؓ بن بکیر، ایاسؓ بن بکیر، عامرؓ بن بکیر اور عاقلؓ بن بکیر (بکیر بن عبد بن یالیل اللیثی)	خلفائے بنی عدی	۴
خالدؓ بن حزام (حکیم بن حزام کے بھائی اور سیّدۃ خدیجہؓ کے بھتیجے)	بنی اسد	۱
زنیرہؓ رومیہ - عمر بن المومل کی آزاد کردہ لونڈی	مظلوم طبقات	۱
زیدؓ بن الخطاب (سیّدنا عمر کے بڑے بھائی)	بنی عدی	۱
سعیدؓ بن قیس	بنی فہر بن مالک	۱
سکرانؓ بن عمرو اُن کے دو بھائی حاطبؓ بن عمرو، سلیطؓ بن عمرو اور سکران کی بیوی سیّدہ سودہؓ بنت زمعہ (جو سکرانؓ کی وفات کے بعد ام المؤمنین بنیں) اور سلیط کی بیوی نفیظہؓ بنت علقمہ	بنی عامر بن لوی	۵
سلمہؓ بن ہشام	بنی مخزوم	۱
سہیلؓ بن بیضا	بنی فہر بن مالک	۱
شرجیلؓ بن حسنتہ الکندی اور ان کے دو بھائی جابرؓ بن حسنہ اور جنادہؓ بن حسنہ	خلفائے بنی زہرہ	۳
طلیبؓ بن ازہر	بنی زہرہ	۱
طلیبؓ بن عمیر (نبی ﷺ کی پھوپھی اروا بنت عبد المطّلب کے بیٹے)	بنی عبد قصی	۱
عامرؓ بن فہیرہ (طفیل بن عبد اللہ کے غلام)	مظلوم طبقات	۱
عامرؓ بن ربیعہ العنزی اور ان کی بیوی لیلیٰؓ بنت ابی حشمہ	بنی عدی	۱
عبد اللہؓ بن جحش بن رتاب	خلفائے بنی امیہ	۱
عبد اللہؓ بن سہیل بن عمرو (خود ابو جندل یا ابو جندل کے بھائی؟)	بنی عامر بن لوی	۱
عبد اللہؓ بن شہاب	بنی زہرہ	۱
عبد اللہؓ بن حذافہ اور خنیس بن حذافہ (سیّدنا عمر کے داماد - ام المؤمنین	بنی سہم	۲

حفصہؓ کے پہلے شوہر)		
عبداللہ بن جحش اسدی، ان کے بھائی احمد بن جحش	غیر قریش	۲
عبیداللہؓ بن جحش اور اُن کی بیوی اِم حبیبہؓ بنت ابی سفیان تھیں جن کو بعد میں اُم المؤمنین بننے کا شرف حاصل ہوا	خلفائے بنی امیہ	۲
عبیدہؓ بن الحارث بن مطلب	بنی المطّلب	۱
عثمانؓ بن عبد غنم بن زہیر (سیّدنا عبدالرحمن بن عوفؓ کے پھوپھی زاد بھائی)	بنی فہر بن مالك	۱
عدیؓ بن نضلہ	بنی عدی	۱
عروہؓ بن ابی اثاثہ (عمرو بن العاص کے ماں جائے بھائی)	بنی عدی	۱
عمروؓ بن الحارث بن زہیر	بنی فہر بن مالك	۱
عمروؓ بن امیہ	بنی اسد	۱
عمروؓ بن عبسہ السلمی	بنو سلیم	۱
عمیرؓ بن رتاب	خلفائے بنی سہم	۱
عیاشؓ بن ابی ربیعہ (ابو جہل کے ماں جائے بھائی - سیّدنا خالدؓ بن ولید کے چچازاد بھائی) اور ان کی بیوی اسماؓ بنت سلامہ تمیمیہ	بنی مخزوم	۲
قیسؓ بن حذافہ (عبداللہؓ بن حذافہ کے بھائی)	بنی سہم	۱
لبیبہؓ (مومل بن حبیب کی لونڈی)	مظلوم طبقات	۱
مالکؓ بن زمعہ (سیّدۃ سودہؓ کے بھائی)	بنی عامر بن لوی	۱
محجنؓ بن الادرع الاسلمی	مظلوم طبقات	۱
محمیہؓ بن الجزء (یہ سیّدنا عباسؓ کی ام الفضل کے ماں جاے بھائی تھے)	خلفائے بنی سہم	۱
مسعودؓ بن ربیعہ بن عمرو - یہ بنی الھون بن خزینہ کے قبیلہ سے تھے۔	مظلوم طبقات	۱
مسعودؓ بن سوید بن حارثہ بن نضلہ	بنی عدی	۱
مصعبؓ بن عمیر اور ان کے بھائی ابوالرومؓ بن عمیر	بنی عبد الدار	۲

معمرؓ بن حارث ان کی بیوی فاطمہؓ بن مجلل العامر یہ، اُن کے بھائی حاطبؓ بن حارث اور حطابؓ بن حارث اور اُن کی (حطاب) بیوی فکیہہؓ بنت یسار اور بیٹے سفیانؓ بن معمر	بنی جمح	۶
معمرؓ بن عبداللہ بن نظلہ	بنی عدی	۱
مقدادؓ بن عمرو الکندی (اسود بن عبد یغوث زہری نے ان کو اپنا حلیف اور متمنی بنار کھا تھا)	خلفائے بنی زہرہ	۱
نبیہؓ بن عثمان	بنی جمح	۱
نعیمؓ بن عبداللہ النحام	بنی عدی	۱
واقدؓ بن عبداللہ (ان کو بھی خطاب نے حلیف اور متبنی بنار کھا تھا۔)	خلفائے بنی عدی	۱
ولیدؓ بن ولید بن مغیرہ	بنی مخزوم	۱
ہبارؓ بن سفیان اُن کے بھائی عبداللہؓ بن سفیان	بنی مخزوم	۲
ہشامؓ بن ابی حذیفہ اور ہاشمؓ بن ابی حذیفہ	بنی مخزوم	۲
ہشامؓ بن العاص بن وائل	بنی سھم	۱
یزیدؓ بن زمعہ بن الاسود	بنی عبدالعزی	۱
حاطب بن حارث جمحی کی بیوی فاطمہ بنت مجلل، اور ان کے بھائی	بنی جمح	۲
	کل تعداد	۹۹

چناں چہ باوجود اِس کے کہ مکہ کی وادی میں اس کا گھر گھر چرچا ہو چلا تھا، کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کا کوئی ایک نہ ایک نوجوان محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے قافلے میں شامل نہ ہو گیا ہو۔ مگر قریش نے چوں کہ اِسے بڑا خطرہ محسوس نہیں کیا، اس لیے اَز خود اس کی مخالفت اور اس کو کچلنے کے لیے آواز بلند نہیں کی۔ اوپر دی گئی فہرست اس بات کو واضح کر دیتی ہے کہ مکہ کے تقریباً تمام قبیلوں میں یہ دعوت جانی جا چکی اور سرائیت کر چکی تھی، یہ دعوت یا یہ دَور کس طرح خفیہ گمان کیا جا سکتا ہے؟

ذیل میں اس دور پر ہم چند اہم سیرت نگاروں کا تبصرہ نقل کر رہے ہیں، یہ تبصرے اس پر شاہد ہیں کہ یہ دعوت ٹکراؤ کے بغیر سب کی نظروں کے سامنے جاری رہی تھی سوائے تلاوتِ قرآن، تبلیغ

عام اور ادائیگی نماز کے جو اعلانیہ کعبہ میں نہیں کی جاتی تھی۔ حکمت کے تحت ان کاموں کو ذرا خاموشی سے ادا کرنا اس پوری تحریک اور اس پورے دور پر کس طرح خفیہ کا لیبل چسپاں کر سکتا ہے؟

ابتدائی سہ سالہ دعوتی دور پر سیرت نگاروں کا تبصرہ

"یہ خبریں قریش کو پہنچ چکی تھیں، لیکن قریش نے اُنھیں کوئی اہمیت نہیں دی۔ غالباً انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُسی طرح کا کوئی دینی آدمی سمجھا جو اُلوہیت اور حقوقِ اُلوہیت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں۔ جیسا کہ امیہ بن ابی الصلت، قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ نے کیا تھا۔ البتہ قریش نے آپ کی خبر کے پھیلاؤ اور اثر کے بڑھاؤ سے کچھ اندیشے ضرور محسوس کیے تھے اور ان کی نگاہیں رفتارِ زمانہ کے ساتھ آپ کے انجام اور آپ کی تبلیغ پر رہنے لگی تھیں۔" (فقہ السیرۃ، غزالی صفحہ ۷۶)

"اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر مکہ معظمہ کی گلیوں محلوں اور گھروں میں صبح و شام ہونے لگا، آپؐ کے ذکر کی خوشبو اِن اہلِ مکہ کی خصوصی محفلوں میں پہنچ گئی جن کے دلوں پر بدبختی کے پردے پڑے ہوتے تھے۔ بدبو کے عادی خوش بو سے بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اس دین کا حال بھی قس، امیہ اور ورقہ بن نوفل کے دین کا سا ہو گا جو کچھ مقبولیت کے بعد اپنی موت آپ ہی مر گیا۔ جس طرح دوسرے مذہبی رہنماؤں اور علما کی محفلیں آج ویران پڑی ہیں یہ بھی ویران ہو جائے گا اور پھر آج مسلمان کہلانے والے پھر اپنے اصلی دین بت پرستی کی طرف لوٹ آئیں گے، اور پھر ہبل اور لات جیسے دیوتا و عزیٰ جیسے غیرت مند اور ان سب سے بڑھ کر اساف و نائلہ غضب ناک دیوتا، جسے قربانی کے خون میں تیرایا جاتا ہے۔ اپنے منکروں کو یوں ہی آزاد تھوڑا چھوڑ دیں گے، یقیناً وہ ایک دن ان سب کو اپنے حضور میں سرنگوں کر کے ہی رہیں گے۔" (حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حسین ہیکل صفحہ ۲۰۸)

"(دعوت کے اِن ابتدائی تین برسوں میں) "وحی کے ذریعے توحید کے مختلف گوشے بیان کیے جاتے تھے، تزکیۂ نفس کی رغبت دلائی جاتی تھی۔ مکارم اخلاق پر ابھارا جاتا تھا۔ جنت اور جہنم کا نقشہ اس طرح کھینچا جاتا تھا گویا وہ آنکھوں کے سامنے ہیں۔ ایسے بلیغ وعظ ہوتے تھے جن سے سینے کھل جاتے تھے۔ روحیں آسودہ ہو جاتیں اور اہل ایمان اس وقت کے انسانی معاشرے سے الگ ایک دوسری ہی

فضا کی سیر کرنے لگتے۔ یوں تین برس گزر گئے اور دعوت و تبلیغ کا کام صرف افراد تک محدود رہا۔ مجمعوں اور مجلسوں میں اس کا اعلان نہیں کیا گیا لیکن اس دوران وہ قریش کے اندر خاصی معروف ہوگئی، مکہ میں اسلام کا ذکر پھیل گیا اور لوگوں میں اس کا چرچا ہو گیا۔ بعض نے کسی کسی وقت نکیر بھی کی اور بعض اہل ایمان پر سختی بھی ہوئی لیکن مجموعی طور پر اس دعوت کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کے دین سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ نہ ان کے معبودوں کے بارے میں زبان کھولی تھی۔" (الرحیق المختوم، مبارک پوری صفحہ ۱۱۱)

"تحریک اپنے اس خفیہ [۹۹] دور میں قریش کی نگاہوں میں درخورِ اعتنا نہ تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ چند نوجوانوں کا سر پھرا پن ہے، الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں، چار دن میں دماغوں سے یہ ہوا نکل جائے گی! ہمارے سامنے کوئی دم مار سکتا ہے؟ مگر برسرِ اقتدار طبقہ تختِ قیادت پر بیٹھا اپنے زعمِ قوت میں مگن رہا اور سچائی اور نیکی کی کونپل تخت کے سائے میں آہستہ آہستہ جڑیں چھوڑتی رہی اور نئی پتیاں نکالتی رہی، یہاں تک کہ تاریخ کی زمین میں اِس نے اپنا ایک مقام بنالیا۔ قریش کا اعتقاد یہ بھی تھا کہ لات منات اور عزیٰ جن کے آگے ہم پیشانیاں رگڑتے اور چڑھاوے پیش کرتے ہیں اور جن کے ہم خدام بارگاہ ہیں اپنے احترام اور مذہب پرستی کی خود حفاظت کریں گے اور ان کی روحانی مار ہنگامے کو ختم کردے گی۔"
(محسنِ انسانیت ﷺ، نعیم صدیقیؒ صفحہ ۱۴۹)

"یہ بات حیرت انگیز ہے کہ رسول اللہ ﷺ جیسے عظیم المرتبت خاتم الانبیا کے بارے میں آپ کے سیرت نگاروں نے یہ تاثر کیسے پھیلا دیا، اور امت نے اس کو قبول کیسے کرلیا کہ بعثت کے بعد تین سالوں تک آپ نے خفیہ تبلیغ کی۔ یہ بات رسولوں کی سنت سے مطابقت نہیں رکھتی اور حقائق کے بھی منافی ہے۔ اگر آپ نے قریش کی مخالفت کے خوف سے ایسا کیا تو کیا اللہ تعالیٰ کی وہ حفاظت آپ کو حاصل نہ تھی جو تمام رسولوں کو حاصل رہی ہے؟ پھر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ تین سالوں کے بعد جب آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کی تو کیا اس وقت قریش کی عداوت ختم ہو چکی تھی؟ یا کیا اس عرصہ کے دوران میں آپ نے چوری چھپے اتنی نفری مہیا کرلی تھی کہ آپ قریش کے مدمقابل بن کر آ سکتے؟ تاریخ گواہ ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ آں حضرت ﷺ نے اس

۹۹ یہ نعیم صدیقیؒ صاحب کا خیال ہے، میری رائے میں احوال و دلائلِ تاریخ، اس دور کو خفیہ تسلیم کرنے میں مانع ہیں۔

عرصہ میں دعوت کولوگوں کے علم میں لانے میں رکاوٹ پیدا کی تو یہ اللہ تعالیٰ کی ڈالی ہوئی ذمہ داری کے ادا کرنے میں کوتاہی تھی جو حضور کی عظمت وشان کے منافی ہے۔ خفیہ تبلیغ کی کوئی اور حکمت سیرت نگار بیان نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک آپ کی جدوجہد کا کوئی دور خفیہ نہیں رہا۔ آپ نے دعوت دین کا کام ٹھیک اس پلان کے مطابق کیا جو آپ کو اللہ رب العزت کی طرف سے دیا گیا تھا اور اس میں ایک تدریج ملحوظ رکھنے کا حکم تھا۔ فرمایا گیا:

وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ. فَاِنۡ عَصَوۡکَ فَقُلۡ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ وَ تَوَکَّلۡ عَلَی الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ. (الشعراء ۲۶: ۲۱۴۔۲۱۷) ”اور اپنے قریبی خاندان والوں کو ڈراؤ اور جن اہل ایمان نے تمھاری پیروی کی ہے، ان کے لیے اپنی شفقت کے بازو جھکائے رکھو، اگر یہ لوگ تمھاری نافرمانی کریں تو ان کو سنا دو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، میں اس سے بری ہوں اور خدائے عزیز و رحیم پر بھروسا رکھو۔“

اس پلان کے مطابق دعوت دین کا آغاز آپ نے اپنے قریبی خاندان یعنی قریش سے کرنا تھا، جو لوگ دعوت قبول کرتے، ان کے ساتھ شفقت و محبت کا معاملہ کرنا اور ان کو کفار کے نرغے سے نکالنا تھا۔ بعد کے مرحلہ میں دعوت کو پورے زور و قوت کے ساتھ بلند آہنگ ہو کر پیش کرنا اور شرک پر جمے ہوئے ان لوگوں سے، جو آپ کی بات نہ سنیں، اعلان برأت کرنا تھا۔ اس پورے کام میں ہدایت یہ تھی کہ آپ محض اللہ پر بھروسا کریں جو زبردست اور اپنے ارادوں کو بروئے کار لانے پر قادر ہے۔" (حیاتِ رسولِ اُمی ﷺ، خالد مسعودؒ، صفحہ ۱۱۰-۱۱۱)

ابتدائی دور میں کن کو دعوت دی گئی اور کون ایمان لے کر آیا؟

آپؐ پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے آپ کے قریبی دوست اور اہلِ خانہ تھے اِن میں سے کسی نے آپؐ کی نیت میں اقتدار و جاہ طلبی کا گمان یا ذہنی صحت پر شک نہیں کیا جیسا کہ قریش نے بعد میں آپ کے بارے میں یہ بات کہی، اگر اس بات میں ذرہ برابر بھی صداقت ہوتی تو آپؐ کے اہلِ خانہ اور آپؐ کے قریبی افراد میں سے کوئی تو اس بات کو بیان کرتا، سوائے اس کے کہ آپ کے ایک دوست ضماد بن ثعلبہؓ، جو طبیب (ڈاکٹر) تھے، اُنھوں نے لوگوں سے اس طرح کی فضول باتیں سن کر آپ سے کہا کہ میں علاج کر سکتا ہوں۔ تاہم سماعتِ قرآن کے ذریعے آپؐ کی دعوت

اور جاری جاہلی تہذیب کے بارے میں آپ کا نقطہ نظر جان کر ضمادؓ بھی قافلہ راہِ حق کے راہی بن گئے۔ آپ ﷺ کی ذہین و فہیم بیوی خدیجہؓ، منہ بولے بیٹے زید بن حارثہؓ اور عالی قدر دوست ابو بکر رضی اللہ عنہ اِن تینوں عاقل و بالغ افراد کا کامل اعتماد کرنا اور بلا چون وچرا آپؐ کی تصدیق کرنا آپؐ کی صداقت کی دلیل تھی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسے رفیق کامل جانا مشیت ایزدی سے ایسا ہی تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام کی معیت میسر آنا۔ اِن ابتدائی تین برسوں میں وادی بطحا میں تبلیغ کا بنیادی کام ابو بکرؓ نے ہی انجام دیا یہ ایک طرح سے مشیتِ ایزدی سے دو افراد کے درمیان تقسیم کار تھی، لوگوں کو آمادہِ ایمان کر کے ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس لاتے رہے آپ اُن لوگوں کو تلاوتِ آیات کے ذریعے انذار کرتے اور کبریائے ربُّ العالمین سے آگاہ کرتے تھے، جیسا کہ سُوۡرَةُ الْمُدَّثِّر میں حکم دیا گیا تھا۔ یوں اہلِ ایمان چراغ سے چراغ جلانے کا یہی وظیفہ انجام دیتے ہوئے اپنے اعزہ واقربا اور مزید افراد کو آپؐ کے پاس لاتے رہے، جب کہ آپؐ اپنے قریب پہنچنے والے اِن افراد کے سامنے تلاوتِ آیات اور اُن کے تزکیے میں مصروف رہے۔ آپؐ ایک عمدہ حکیمانہ پالیسی کے تحت ان برسوں میں براہِ راست تبلیغ کے لیے افراد سے رابطے کی مہم میں زیادہ متحرک نظر نہیں آتے ہیں، بلکہ آپ کا زیادہ وقت تلاوتِ آیات اور اہلِ ایمان کے تزکیے اور تعلیم حکمت میں استعمال ہوا۔

آپ کے قریب آنے اور ایمان لانے والوں (اہلِ خانہ، دوست احباب کے علاوہ) میں دوسری قسم اُن افراد کی تھی جو پہلے سے ہی بت پرستی سے نالاں اور بے زار تھے۔ اِن لوگوں کے علاوہ وہ سلیم الطبع افراد جو بنیادی طور پر نیک تھے، ہر جھوٹ اور منکر سے اپنی فطرت کی وجہ سے نفرت کرتے تھے کہ اللہ نے اُنھیں بنایا ہی ایسا تھا۔ ابو بکرؓ نے اِسی طرح کے افراد کو آمادہِ ایمان کیا اور پھر اِن افراد کی بیویاں، والدین اور بہن بھائی اور بچے ایمان لے آئے۔ اس دور میں دعوتِ ایمان عام نہ تھی ہر ایک کے سامنے پیش نہیں کی گئی بلکہ خاموشی سے صرف اُن لوگوں کو دی گئی جن کے فہم کردار و جرات پر بھروسہ تھا۔

اس پورے دور میں جن چنیدہ (selected) سلیم الطبع لوگوں کے سامنے ایمان پیش کیا گیا وہ کم و بیش سب ایمان لے آئے اور جو ایمان نہیں لائے تو انھوں نے مخالفت بھی نہیں کی ایسے ایمان نہ لانے والے حضرات میں ابو طالب اور حکیم بن حزام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ابو طالب تو اس لحاظ سے بہت ممتاز ہیں کہ اُن کی پشت پناہی میں، مخالفین ایک حد تک دبے رہے، اُن کی موت کے بعد یہ

بات اِس طور ممکن نہیں رہی۔ جن سعید ہستیوں نے ایمان قبول کیا اُن کا ایک خاص وصف یہ بھی سامنے آتا ہے کہ اُن میں سے کوئی بھی کعبہ کے مناصب پر فائز نہ تھا۔ اِن مناصب پر فائز افراد کی حیثیت موجودہ زمانے کے نظامِ زندگی کے بنیادی ستونوں (مثلاً وزرا، سیکریٹریز، عدلیہ اور فوج کے سربراہان) کی سی تھی۔ اِن افراد کے چلتے ہوئے نظام کے ساتھ گہرے سماجی اور معاشی مفادات و مرتبے وابستہ ہوتے ہیں، کسی بھی انقلابی دعوت پر ایمان لانے سے یہ مفادات خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔

اس دور میں جن افراد اور اُن کے خاندانوں کو ایمان لانے کی توفیق ملی اُن کے نام ہم پچھلے جدول (eTabl) میں دے چکے ہیں۔ یہ ۹۹ افراد ہیں، پہلے برس میں ۵۱ ایمان لانے والوں کو ملا کر کل ۱۵۰ لوگ ہو جاتے ہیں (بچے شامل نہیں ہیں)، آیندہ دس برسوں میں ہجرتِ مدینہ سے قبل یہ تعداد اندازاً ۵۰۰ تک پہنچ جاتی ہے مگر سابقون الاوّلون کے مرتبے والے چند افراد ہی مزید مل سکے مثلاً سیّدنا حمزہ اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما۔ اسلام کے بنیادی سپاہی یہی ۱۵۰ تھے جو پہلے تین برسوں میں ایمان لائے یا وہ انصارِ مدینہ تھے جو آپؐ کی شہر میں تشریف آوری سے قبل بیعتِ عقبہ ثانیہ تک یا اُس سے قبل ایمان لے آئے۔ میری رائے میں اسلام کے غلبے کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کارِ نبوت میں کام یابی کے لیے مدد و معاون بننے والے افراد کے بس یہی دو بنیادی گروپس[100] ہیں، اس موضوع پر مزید گفتگو ہجرت کے پہلے برس میں کاروانِ نبوت کی کارگزاری کے مطالعے کے موقع پر ہو گی۔

دارِ ارقم۔ تعلیم و تربیت اور عبادت کا پہلا مرکز

ان تین برسوں کے اختتام سے چند ماہ پہلے ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقا کے ساتھ ایک گھاٹی میں صلوٰۃ ادا فرما رہے تھے کہ مشرکین قریش کے کچھ لوگ وہاں آ نکلے اور اس نئے اندازِ عبادت کا مذاق اڑانے لگے، سیّدنا سعد بن ابی وقاصؓ جو شیلے نوجوان تھے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اِذن کے بغیر اونٹ کی ایک بڑی ہڈی جو قریب کہیں پڑی تھی، اٹھا کر مذاق اڑانے والے کے سر پر دے ماری، خون کی ایک دھار پھوٹ پڑی، جسے تاریخ نگار اللہ کی راہ میں کسی دشمنِ خدا کے جسم سے نکلنے والی 'پہلی خون کی دھار' سے یاد کرتے ہیں۔ مشرکین کا شہر اور مخالفت کی فضا...... اس واقعے کے پسِ منظر میں سنسان گھاٹیوں میں عبادت کرنا خطرے سے خالی نہ رہا، چناں چہ جنابِ ارقمؓ کے

۱۰۰ یعنی پہلے تین برسوں میں ایمان لانے والا گروپ بہ سمیت دو متاخرین [سیدنا عمر بن الخطاب اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہما] اور دوسرا گروپ اُن اہلِ مدینہ کا جو بیعتِ عقبہ ثانیہ تک ایمان لے آیا۔

مہیا کردہ مکان پر اسلام کی تعلیم و تربیت اور عبادت کا پہلا مرکز بنایا گیا جسے تاریخ میں لازوال شہرت نصیب ہوئی اور وہ دارِ ارقم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسلام کی تاریخ میں اس مرکز نے بڑی شہرت پائی ہے اور اسلامی تحریکات اپنے تربیتی تعلیمی ادارے نبی ﷺ کے قایم کردہ دارِ ارقم کے نامِ نامی پر رکھتی ہیں۔ جب ہم آیندہ چوتھے، پانچویں اور چھٹے برس کے واقعات زیرِ بحث لائیں گے تو اس کا تذکرہ آئے گا۔ دارِ ارقم میں مرکز کے قیام نے خاموشی سے جاری اسلامی دعوت کو ایک 'تحریک' بنا دیا، یوں تو اِس دعوت کا چرچا ہر گھر میں پہلے ہی سے تھا مگر ایک مرکز کے قیام نے مکہ میں ہلچل مچا دی۔ ہلچل کیوں نہ مچتی کہ مشرکین کے ہاتھوں میں مقبوضہ، ابراہیم علیہ السلام کے مرکز، کعبۃ اللہ کے عین سامنے یہ نئی تحریک کا مرکز بنا تھا، صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان کہ حج اور عمرہ میں سعی کرنے والے اُس کے دروازے کے سامنے سے گزرتے تھے۔

یہ ابتدائی سہ سالہ دور: محمد ﷺ کے لائے ہوئے دینِ اسلام کی ریڑھ کی ہڈی کی تیاری کا دور تھا، راقم کم علم کے تجزیے کے مطابق کفر کو مٹانے اور اللہ کے کلمے کو غالب کرنے کا ۴۰ فی صد کام ان تین برسوں کے قلیل عرصے میں انجام پایا، بقیہ ۶۰ فی صد آنے والے ۲۰ برسوں میں مکمل ہوا۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا مطالعہ اس نقطہ نظر سے کرتے ہیں کہ آپؐ کی سنت اور آپؐ کے اُسوے کے مطابق وہی تبلیغِ دین اور غلبہ دین کا کام کریں جو آپؐ نے کیا تھا اور جس کے کرنے کا مطالبہ قرآن حکیم ہر مسلمان سے کرتا ہے تو پھر اُنھیں اِن تین برسوں پر ضرور غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنیادی کام کیسے کیا؟ بلاشبہ آخرت کے انکاری اور کتاب سے ناآشنا بت پرست معاشرے اور ایک ایسے معاشرے میں جہاں لوگ آخرت، قرآن اور نبی ﷺ کی سنت کو اعتقاداً حجت مانتے ہوں بڑا فرق ہے، لاکھ شعوری اور نسلی مسلمان کی تعبیروں سے شرک و بدعات سے آلودہ موجودہ مسلمان معاشروں کو مکہ کے جاہلی معاشرے سے تشبیہ دی جائے مگر دونوں معاشرے کام کرنے کے لیے جہاں کچھ مختلف تقاضے رکھتے ہیں وہیں مشترک اساسات بھی کم نہیں ہیں۔ [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، نبوّت کے پہلے تین سال تک کے نزولِ قرآن کے ساتھ سیرتِ طیبہ کا ذکر مکمل ہوا، بقیہ گفتگو ان شاءاللہ دوسری جلد میں ہو سکے گی]

☆☆☆☆☆